سٹار پاکٹ بکس سیریز: ۵

# اخبار کا دفتر

(طنزیہ اور مزاحیہ اسٹیج اور ریڈیو ڈرامے)

پرکاش پنڈت

ناشر

سٹار پبلیکیشنز

٢٧١٥ دریا گنج دلی ٦

قیمت صرف ایک روپیہ

سول ایجنٹس

پنجابی پستک بھنڈار

دریبہ کلاں دلی نمبر ٦

# فہرس

# پیش لفظ

اُردو میں ڈراموں اور تمثیلوں کی کمی نہیں۔ اِس میدان کے بڑے بڑے کھلاڑیوں سے لے کر بڑے بڑے اناڑیوں تک کے کئی مجموعے چھپ چکے ہیں پڑھے جا چکے ہیں آواز کی لہروں پر سُنے جا چکے ہیں۔ اسٹیج پر دیکھے جا چکے ہیں اور جیسا کہ ان کا حق تھا، پسند اور ناپسند بھی کئے جا چکے ہیں۔ اخبار کا دفتر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کے بارے میں کسی خاص معذرت یا دعوے کی ضرورت نہیں۔

اسے صرف دیباچہ لکھنے کی رسم کہیئے یا ان دور رس نقادوں کے لئے تھوڑا بہت تنقید کا سامان فراہم کرنا، جو کتابوں کے سیر حاصل تبصرے کیلئے صرف کتاب کا دیباچہ پڑھنے کے عادی ہیں، اگر میں کہوں کہ ڈراموں اور تمثیلوں کے مختلف مجموعوں کا ہم صنف ہونے پر بھی یہ مجموعہ دو اعتبار سے اُن سے مختلف ہے۔ ایک تو یہ کہ اس مجموعہ کے پانچوں ڈرامے اول اول ریڈیو کے لئے لکھے گئے ہیں اور بعد ازاں انھیں اسٹیج ڈراموں کا لباس پہنایا گیا ہے۔ دوسری اہم بات جو اس مجموعہ کو دیگر مجموعوں سے منفرد کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اِس میں ہر طرح کے ڈراموں اور تمثیلوں کی کھچڑی پکانے کے بجائے صرف وہی ڈرامے شامل کئے گئے ہیں جو طنز و مزاح کی کسوٹی پر پورے اُتر سکیں۔

سماجی تلخیوں کے اِس دور میں طنز و مزاح کی غیر معمولی ضرورت اور اہمیت کے متعلق دو رائیں نہیں لیکن اس فن کے بارے میں دو ہی نہیں دسوں رائیں ہیں۔ اس قسم کی تمام آراء کو ایک طرف رکھتے ہوئے میں صرف اتنا

کہوں گا کہ یہ فن تیز دھار تلوار پر سے گذرنے سے کم خطرناک نہیں ۔ اک ذرا سی چُوک سے جو حشر فن کار کا ہو سکتا ہے ۔ اس سے بھی بُرا حشر قارئین اور سامعین کا ہوتا ہے جب تلوار اچھل کر سیدھی ان کی سر پر آ رہتی ہے ۔

میرے ان ڈراموں کو پڑھتے، سُنتے یا دیکھتے وقت آپ کے دل کی دھڑکن تیز ہونے کے بجائے آپ کو محسوس ہو کہ کوئی آپ کے دل میں چُٹکیاں لے رہا ہے اور آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی لکیریں اُبھر آئیں، تو میں سمجھوں گا میری کوشش ناکام نہیں گئی ۔

پرکاش پنڈت

۱۲ نومبر ۱۹۶۰ء
۷ بنگلہ، اندھیری
بمبئی

# بے تکلف دوست

## کردار

ایک میاں
ایک بیوی
تلسی ...................... ملازم
پران ناتھ ..................... میاں کا دوست
کرشن آنند .................. ״
جگل کشور ..................... ״
دیا نارائن ....................... ״

(پردہ اُٹھنے پر میاں بیوی صوفے میں دھنسے ہوئے
دکھائی دیتے ہیں۔ اردگرد خالی کُرسیاں پڑی ہیں اور
درمیان میں چھوٹی میز)

میاں۔ ہاں تو سنیما کے بعد کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے میں (انگلیوں پر گنتے ہوئے) چکن کری۔ قورمہ۔ بریانی۔ مچھلی کے کباب۔
اور...... اور......

بیوی۔ اور نان اور سلاد اور میٹھے میں پڈنگ ــــ لیکن دیکھیے اگر آج بھی آپ نے گڑبڑ کی تو ہمارا آپ کا کنٹریکٹ کینسل ــ چاہے آپ کا کوئی کیسا ہی دوست کیوں نہ مل جائے...... جی، میں نے کہا یہ کیسے کیسے دوست ہیں آپ کے؟ ــ نہ عقل نہ موت ابھی کل مسٹر شرمانے......

میاں۔ چھوڑو ڈارلنگ، کل کی بات چھوڑو۔ آج، بس آج کی بات کرو۔ میرا جی چاہتا ہے کھانے کے بعد لمبی سیر کو نکل چلیں۔ انڈیا گیٹ بلکہ اس سے بھی آگے ــ پرانے قلعے تک۔ آج کتنے دن

ہو گئے ہیں۔ ہم اکٹھے گھومنے نہیں گئے۔ (اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے)

بیوی:۔ آپ کو اپنے دوستوں سے فرصت ملے جب نا۔

میاں (تعجب سے) دوست! تو ڈارلنگ! تم سمجھتی ہو یہ جو ایرے غیرے نتھو خیرے آئے دن ہمارے یہاں ٹپکتے رہتے ہیں، یہ سب میرے دوست ہیں؟

بیوی۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں۔

میاں تم غلط سمجھتی ہو ڈارلنگ! یہ تو بس ظاہر داری سمجھو جو میں انہیں دھتکار نہیں دیتا، ورنہ میری طبیعت تم جانتی ہو کسی کی اُلٹی بات مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ کوئی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو ڈانٹ کے رکھ دیتا ہوں۔

بیوی۔ (اُٹھتے ہوئے) جی، میں نے کہا، گھومنے کا پروگرام آج رہنے دیجئے سنیما اور کھانے کے بعد خاصی دیر ہو جائے گی۔ ٹکسی خواہ مخواہ کرایہ چڑھے گا اور بابا کی عادت بھی آپ جانتے ہیں۔ جونہی دس بجے اور اُس کی نیند ٹوٹی۔ مجھے نہ دیکھا تو سارا گھر سر پر اُٹھا لے گا۔

میاں۔ میں سمجھتا ہوں آج بابا کو بھی ساتھ لے چلیں۔ رنگین فلم ہے۔ خوش ہو گا۔۔۔!

بیوی۔ اور جو اندھیرے میں چیخا تو۔۔۔۔۔۔۔

میاں۔ تم اِس کی فکر نہ کرو۔ کہو گی تو اُٹھ کے باہر لے جاؤں گا۔ لیکن میں چاہتا ہوں، آج لمبی سیر کو چلیں۔ رات بھی چاندنی ہے اور ادھر کئی روز سے۔۔۔۔۔۔ تو اب تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔۔

(اسٹیج کے دائیں طرف کا دروازہ باہر سے کھٹکتا ہے)

میاں ۔ (اونچی آواز سے) تُلسی ۔۔۔ ہے تلسی ۔۔۔ دیکھو باہر کون ہے ۔

(اسٹیج کے بائیں طرف کے دروازے سے ملازم داخل ہوتا ہے)

تلسی ۔ جی ساب ۔

میاں ۔ (آہستہ سے) جو بھی ہو کہہ دینا صاحب گھر پہ نہیں ہیں، سمجھے ۔!

تلسی ۔ جی ۔

(تلسی دروازہ تھوڑا سا کھولتا ہے)

تلسی ۔ فرمایئے ۔

نووارد ۔ (پتی تلی آواز میں) آپ فرمایئے ۔

تلسی ۔ جی صاحب تو ۔

نووارد ۔ صاحب کی ایسی تیسی ۔ تم راستے سے ہٹ جاؤ ۔۔۔ آدمی ہو یا چین کی دیوار ۔

(اندر داخل ہوتا ہے)

کیوں جناب، یہ کیا بدتمیزی ہے کہ کوئی دس میل پیدل چل کر حضور کے درشن کرنے آئے اور یہ گے سے جواب ملتا ہے (منہ بنا کر) فرمایئے ۔

میاں ۔ اوہ! ہیلو پران! آؤ، آؤ، کہاں سے آرہے ہو ۔؟

نووارد ۔ یعنی پران ۔ جہنم سے ۔۔۔ نمستے بھابی ۔

(ہاتھ جوڑتا ہے اور کرسی سرکا کر صوفے کے قریب بیٹھتا ہے ۔ میاں بیوی بھی صوفے پر بیٹھ جاتے ہیں ۔)

پران ۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ حضور کل پکنک میں کیوں تشریف

نہیں لائے۔

میاں ۔ ارے کیا بتاؤں بھائی، بس یونہی ـــــ کچھ دیر ہوگئی ـــــ، میں نے سوچا۔......

پران ۔ حضور نے سوچا کہ مس روز تو جا نہیں رہیں۔ آپ وہاں کیا جھک مارنے جائیں گے ـــــ بھابی! میں بتلائے دیتا ہوں کہ ان بزرگوار کو کہ جنھیں تمہارا شوہر ہونے کا شرف حاصل ہے، بڑی مضبوط نکیل کی ضرورت ہے۔

میاں ۔ ارے یار مذاق چھوڑو ـــــ یہ بتاؤ کہاں سے آرہے ہو اِس وقت۔

پران ۔ کہاں سے آرہا ہوں ۔؟ کمال ہے! تو کیا جناب سمجھتے ہیں ـــــ میں آپ کی طرح کسی کلب، کسی بار، کسی بال روم یا ریس کورس سے آرہا ہوں۔ یہ سب عیّاشیاں آپ ہی کو مبارک ہوں۔ شریف آدمی ہوں، شریف آدمیوں کی طرح سیدھا دفتر سے آرہا ہوں۔

میاں ۔ ارے میں تو اس لئے پوچھ رہا تھا کہ ....... خیر، کچھ چائے وائے پیئو گے۔؟

بیوی ۔ جی ہاں، چائے پیجیے گا؟

پران ۔ بھابی! چائے بعد میں پیوں گا۔ پہلے اِس کمبخت کی خبر لے لوں تم نہیں جانتیں بھابی، اُوپر سے یہ جتنا بھولا نظر آتا ہے۔ اندر سے اُتنا ہی......

بیوی (اونچی آواز میں) تُلسی!

تُلسی (دُور سے) جی بی بی جی۔

بیوی ۔ سنو، ذرا چائے کے لئے پانی رکھ دو۔
تلسی ۔ جی بی بی جی۔
پران ۔ اور بھابی چائے کے ساتھ آپ کیا کھلائیں گی؟
بیوی ۔ جو آپ کہیں۔
پران ۔ یوں تو کوئی خاص ضرورت نہیں۔ میرا مطلب ہے۔ بازار سے کچھ منگوانے کی ضرورت نہیں۔ گھر میں جو کچھ بھی ہو......
بیوی ۔ جی گھر میں تو......
پران ۔ نہ ہو تو کچھ پکوڑے ہی تل دیجئے۔ بہت عمدہ تلتی ہیں آپ پالک کے پکوڑے۔
بیوی ۔ (بے دلی سے) جی۔
میاں ۔ ارے پران۔ بات در اصل یہ ہے کہ آج ہم لوگ ذرا.....
پران ۔ میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا جی۔ آخر تم نے ہماری بھابی کو سمجھ کیا رکھا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ بیچاری تو دن بھر گھر میں پڑی نہیں بھگوان کی طرح پوجتی رہے، اور تم ——
تم بھابی! جاؤ بناؤ پکوڑے۔ میں ذرا اس سے دو ہاتھ کر لوں۔
(بیوی اٹھ کر باہر، دروازے سے باہر چلی جاتی ہے)
میاں ۔ ارے بھیا، میں یہ کہہ رہا تھا کہ آج ہم لوگ ذرا......
پران ۔ ہم لوگ سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ تم اور میں؟ نہیں جناب یہ خاکسار تو بھر پایا، میری اور تمہاری دوستی ہو چکی۔ آخر یہ کہاں کی تک ہے کہ ہم تو تمہاری خاطر پکنکوں کا انتظام کرتے پھریں۔ اور تم.....

میاں ۔ بھئی کام ہی سے فرصت نہیں ملی ۔ کیا کہوں ۔ میں تو خود چاہتا تھا کہ ...... لیکن، سنو آج ہم لوگ ذرا ...... میرا مطلب ہے، میں اور تمھاری بھابی ۔ ......

( دایاں دروازہ باہر سے کھٹکتا ہے )

میاں ۔ ( اونچی آواز سے ) تُلسی ـــــ ارے او تُلسی ـــــ ذرا دیکھنا باہر کون صاحب ہیں ۔

تُلسی ( دور سے ) جی ساب ۔

پران ۔ سنو، اِس سے کہدو کہ اب اُن سے نہ کہدے کہ ( مُنھ بگاڑ کر ) فرمایئے ۔

( اِس سے پہلے کہ تُلسی بڑھ کر دروازہ کھولے نووارد خود ہی دروازہ کھول کر اندر آجاتا ہے )

کرشن آنند ۔ تُلسی کو آواز دینے کی ضرورت نہیں ۔ دروازہ کھُلا ہے میں نے تو صرف اِس لئے نہیں کھولا کہ کہیں تم ہماری بھابی سے .....

میاں ۔ او ہیلو، کرشن آنند ۔ آؤ ۔ بیٹھو ۔

کرشن آنند ۔ گھروالے نہ جانے کہاں چلے گئے ہیں ۔ میں نے سوچا جب تک نہیں آتے، تمہارے ہاں وقت کٹی کرلوں ـــــ ( پران کی طرف دیکھ کر ) آپ کی تعریف ۔ ( کرُسی پر بیٹھ جاتا ہے )

میاں ۔ اوہ ! آپ ہیں میرے عزیز دوست مسٹر پران ناتھ ۔ آج کل فنانس منسٹری میں ہیں پہلے ٹاٹا نگر میں تھے ۔ اور آپ ہیں کرشن آنند میرے عزیز دوست ۔ حال ہی میں ہمارے پڑوس میں آئے ہیں ۔

پران اور کرشن ۔ ( ایک ساتھ ) ویری گلیڈ ٹو میٹ یو .....

میاں :۔ سُنا تھا، تم بمبئی جانے والے ہو۔
کرشن :۔ ہاں ارادہ تو ہے لیکن اِس وقت ...... معاف کیجئے گا پران صاحب
ان سے ذرا ہماری بے تکلفی ہے ...... کچھ چائے وائے ملے گی یا نہیں؛
میاں ۔ ضرور، ضرور چائے بن رہی ہے۔ کچھ ساتھ لو گے؟
کرشن :۔ کچھ ایسی چیز کھلاؤ کہ (پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) پیٹ میں پہنچکر
معلوم ہو کہ کچھ پہنچا ہے۔ گھر والے نہ جانے کب آتے ہیں۔
میاں ۔ پالک کے پکوڑے۔
کرشن :۔ ارے نہیں، پالک کے پکوڑوں سے کیا ہوگا۔ اِس وقت مجھے
ذرا ٹھوس غذا کی ضرورت ہے۔ بھابی کہاں ہے؟ ۔ ذرا بھابی کو بلاؤ
(اونچی آواز میں) بھابی!
بیوی ۔ (دُور سے) جی، جی ابھی آئی۔
(بائیں دروازے سے اندر داخل ہوتی ہے)
کرشن آنند ۔ نمستے بھابی ۔ کیا حال چال ہیں؟
بیوی ۔ :۔ جی اچھی ہوں۔ آپ سُنائیے۔
کرشن ۔ بس مزے ہیں۔ آپ کو اِس لئے تکلیف دی ہے کہ ۔۔۔ چائے
کے ساتھ کیا کھلائیں گی
بیوی ۔ جو آپ کہیں۔
کرشن :۔ ارے بھابی کہنا کیا ہے، بس دو چار انڈوں کا آملیٹ، کچھ ٹوسٹ
ہو سکے تو سینڈوچ ۔ پالک کے پکوڑے تو پران ناتھ جی کے لئے بچ
رہے ہیں۔
میاں :۔ ارے نہیں، ہم سب کھائیں گے۔

کرشن ۔ تو بھابی پالک کے ساتھ ساتھ ذرا بینگن اور گوبھی بھی تل لینا

بیوی ۔ جی بینگن اور گوبھی تو......

میاں ۔ بات یہ ہے بھائی کرشن کہ آج ہم لوگ ذرا......

کرشن ۔ نہ ہو تو دو پراٹھے ہی بنا دو...... گھر میں آلو تو ضرور ہوں گے آلو کے پراٹھے کھائے مدت ہو چکی ہے ۔ لیکن ان میں پیاز مت ڈالنا ۔ پیاز سے میرا جی بہت چلتا ہے ۔

بیوی ۔ (بے دلی سے) جی !

میاں ۔ بات یہ ہے کرشن کہ آج ہم لوگ ذرا......

بیوی ۔ (طنز سے) جی اب رہنے دیجئے اپنی صفائی ۔ میں سب جانتی ہوں

کرشن ۔ اوہو —— تو پھر آج آپ لوگوں میں کھٹ پٹ ہو گئی ہے معاف کیجئے پران ناتھ صاحب (بیوی ذرا اس گھر میں بے تکلفی ہے ۔......

میں تم سے دس بار کہہ چکا ہوں کمبخت کہ ہماری بھابی کو تنگ نہ کیا کرو لاکھوں میں ایک ہے ہماری بھابی ۔ وقت بے وقت جو بھی آجائے گھر کے آدمیوں کا سا سلوک کرتی ہے ۔ ذرا ہمارے گھر کی طرف دیکھو کوئی دوست پانی مانگ لے تو مجال ہے ایک ہفتے سے پہلے نصیب ہو جائے —— بھگوان ہر کسی کو ایسی بیوی دے —— لیکن یہ تو ناشکرا ہے ناشکرا —— تم جاؤ بھابی —— میں کرتا ہوں اس کی مرمت آخر اس نے سمجھ کیا رکھا ہے......

(بیوی بائیں دروازے سے اندر داخل ہوتی ہے)

میاں ۔ کچھ مجھے بھی کہنے دو گے یا اپنی ہی ہانکے جاؤ گے ۔ بات اصل میں یہ ہے کہ آج ہم لوگ ذرا......

کرشن ۔ آج ہی نہیں، یہ تمہارا روز کا دستور ہے۔ جب کبھی آؤ بھابی بے چاری کے ساتھ ......

میاں ۔ ارے نہیں جھگڑا وگڑا کچھ نہیں ہوا۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگ ذرا......

(بائیں ہاتھ کا دروازہ پھر کھٹکتا ہے)

میاں ۔ (اونچی آواز میں) تلسی، ارے او تلسی......

(کوئی جواب نہیں دیتا)

کہاں جا کے مر گیا ہے ۔ معاف کیجئے۔ میں ذرا......

(اُٹھ کر دروازہ کھولتا ہے گلزاری لال داخل ہوتا ہے)

گلزاری لال ۔ کیا دیا نرائن آچکا ہے؟

میاں ۔ نہیں تو۔

گلزاری ۔ بڑا اُلّو کا پٹھا ہے ـــــ مجھے خواہ مخواہ پریشان کیا خیر، ذرا سیٹھ مجھے سات روپے دینا۔ ٹیکسی والے کو دفان کر دوں پھر باتیں ہوں گی۔

میاں ۔ (پریشان ہو کر) سات روپے...... تلسی...... ابے او تلسی......

گلزاری ۔ بڑا اُلّو کا چرخہ نکلا ۔ کہہ رہا تھا ٹھیک چھ بجے یہاں پہنچ جاؤں گا۔

میاں ۔ (پھر زور سے) ارے او تلسی کہاں مر گیا جا کر۔

بیوی ۔ (دور سے) تلسی ذرا بازار تک گیا ہے۔

میاں ۔ اوہ! اچھا! رکو میں ابھی لاتا ہوں۔

(نو وارد دروازے پر کھڑا رہتا ہے۔ پران اور کرشن آنند آپس میں کھسر پھسر کرتے رہتے ہیں گویا عام سی باتیں کر رہے ہوں۔ میاں دائیں دروازے میں سے گذر کر اسٹیج کے اُس حصہ میں جاتا ہے جہاں اب تک اندھیرا تھا۔ اس کے جاتے ہی ادھر روشنی ہو جاتی ہے اور بیوی کڑاھی میں پکوڑے تلتی نظر آتی ہے۔ ساتھ ساتھ ساڑھی کے پلّو سے منہ اور ناک پونچھتی جاتی ہے۔)

**میاں۔** (سرگوشیانہ انداز میں) ! ڈارلنگ ذرا مجھے سات روپے تو دینا۔

**بیوی۔** (خاموش رہے)

**میاں** (سرگوشی میں) میں نے کہا ڈارلنگ! مجھے ذرا سات روپے.....

**بیوی۔** (رکھ کر) میرے پاس جو خزانے دبے پڑے ہیں کھود لیجئے۔

**میاں۔** اوہو۔ ذرا آہستہ بولو، ڈارلنگ۔ وہ لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔

**بیوی۔** کیوں آہستہ بولوں، مجھے کسی مرے کا ڈر نہیں۔ کسی کی دبیل نہیں ہوں میں۔

**میاں۔** پھر وہی۔ میں کہتا ہوں ڈارلنگ تم سمجھتی کیوں نہیں۔

**بیوی۔** جی بہت سمجھ چکی ہیں — میں بھی کہوں، یہ آج سیر اور سینما کے چونچلے کیوں ہو رہے ہیں۔ یہ معلوم نہ تھا کہ بیل کی طرح جوتنا ہے پوری رات باورچی خانہ میں سر مارنا ہے۔

**میاں۔** ارے بھئی تم بالکل نہیں سمجھتیں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ......خیر لاؤ۔ ابھی مجھے سات روپے دو۔ گلزاری لال باہر کھڑا ہے اس مصیبت کو تو ٹالوں۔

بیوی ۔ اُسے کیوں ٹالیں گے۔ بُلا کر گود میں بٹھایئے۔ پکوڑے اور پراٹھے ٹھنسوایئے .......

میاں ۔ نہیں ڈارلنگ نہیں۔ لاؤ، مجھے جلدی سے سات روپے دے دو۔ ورنہ .......

بیوی ۔ ورنہ کیا ہے پرس میں جو کچھ رکھا ہے، اُٹھا کے بانٹ دیجئے ٹھیک ہی تو ہیں۔ ہم پر ایک آنہ خرچ کرنا ہو تو جان نکل جاتی ہے کہ ہائے ۔۔۔ ایسے تو وہاں مارو، جہاں پانی نہ ملے، اور یار دوست چاہے پورا گھر لوٹ لے جائیں۔

(دیوار گیر پر پڑے ہوئے پرس میں سے دس کا نوٹ نکال کر اور دروازے میں سے گذر کر اسٹیج کے بین حصے میں آتا ہے۔ اس کے آتے ہی پہلے حصے کی روشنی آہستہ آہستہ گُل ہو جاتی ہے۔ پھر بائیں دروازے کی طرف بڑھتا ہے۔)

میاں ۔ (دس کا نوٹ دیتے ہوئے) لو بھئی گلزاری لال یہ دس کا نوٹ ہے۔ ٹیکسی والے سے باقی .......

گلزاری لال ۔ یہ اور بھی اچھا کیا تم نے کہ دس کا نوٹ لے آئے میری جیب میں اس وقت صرف ایک اٹھنی تھی، اور مجھے ابھی ....... اچھا پیارے میں چلا .......

میاں ۔ (دیانرائن، اُسے تو کیا کہوں؟ ۔

گلزاری ۔ کہنا تم بڑے جھوٹے، دغاباز، بدمعاش ہو، وقت دیتے ہو اور وقت پر پہنچتے نہیں۔ ملو گے تو طبیعت صاف کر دوں گا۔ اچھا بائی بائی .......

(میاں لوٹ کر صوفے پر بیٹھ جاتا ہے)

پران ۔ کیوں بھئی، کتنی دیر ہے ابھی ۔

کرشن ۔ میرے پیٹ میں تو چوہے ناچ رہے ہیں ۔

پران ۔ ذرا جلدی کرو بھائی مجھے گھر پہنچنا ہے ۔ کافی دیر ہو چکی ہے ۔

کرشن ۔ اور میرے گھر والے بھی شاید آ چکے ہوں ۔

میاں ۔ بس ہو رہا ہے ۔ ابھی دو منٹ میں ..... جا کر دیکھتا ہوں کتنی دیر ہے ۔

(اُٹھ کر پھر اسی کمرے میں جاتا ہے اور اسی طرح اس کے پہنچنے پر اُدھر کی بتی روشن ہو جاتی ہے ۔)

میاں ۔ ابھی کتنی دیر ہے ڈارلنگ ۔!"

بیوی ۔ (خاموش ہے)

میاں ۔ میں پوچھتا ہوں ڈارلنگ ! چائے میں کتنی دیر ہے ــــ وہ لوگ ......

بیوی ۔ جہنم میں جائیں وہ لوگ ۔ اور میں آپ سے کیا کہوں ۔

(تُلسی داخل ہوتا ہے)

میاں ۔ دیکھو تُلسی ۔ بی بی جی کا پارہ بہت گرم ہو رہا ہے ۔ تم جلدی سے چائے لاؤ ۔

تُلسی ۔ جی ۔

(واپس مین اسٹیج پر آ جاتا ہے اور اُدھر کی روشنی گُل ہو جاتی ہے ۔)

میاں ۔ بس ابھی دو منٹ میں آتی ہے ۔

کرشن - بھئی جو بن گیا تھا، وہی لے آتے۔
پران - پالک کے پکوڑے تو بن ہی چکے ہوں گے۔
میاں - اے، ہاں - نہیں - وہ تلسی ابھی ..........
پران - کیسے نمک حرام نوکر رکھتے ہو جی - میرا نوکر ہوتا تو کھڑے کھڑے کان سے پکڑ کر نکال دیتا - کرشن آنند صاحب! آپ ہی بتائیے ایسے بدتمیز نوکروں سے لنگور پالنا زیادہ اچھا نہیں، جو مالک کے گھر پر موجود ہونے پر بھی اس کے دوستوں سے دروازے پر ہی پوچھ شروع کر دیں کہ (منھ بگاڑ کر) فرمائیے -
میاں - نہیں پران! یہ بات نہیں - بات اصل میں یہ تھی کہ ......
(تلسی چائے لے کر داخل ہوتا ہے)
لو وہ آگئی چائے (زور سے) ڈارلنگ! تم بھی آؤ نا -
پران - ہاں بھابی آؤ نا تم بھی ......
کرشن - بھابی بھابی
(تلسی میز پر سامان رکھ کر چلا جاتا ہے - بیوی آکر صوفے پر بیٹھ جاتی ہے - سب لوگ کھانا شروع کرتے ہیں اور بیوی چائے بنانے لگتی ہے - اسٹیج کی روشنیاں آہستہ آہستہ مدھم ہو کر بجھ جاتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ روشن ہو جاتی ہیں اب سب پلیٹیں صاف ہیں اور پران اور کرشن آنند کھڑے ہیں -
کرشن - بھئی واہ مزا آگیا - یہ سلیقے بتانا کوئی ہماری بھابی سے سیکھے -
پران - اور پکوڑے -؟

کرشن ۔ پکوڑے تو بہت ہی لاجواب تھے ۔ مجھے تو معلوم ہی نہ تھا کہ بھابی پکوڑے بھی اتنے لذیذ بناتی ہیں۔ آج معلوم ہوا کل پھر کھلوایئے گا بھابی!

بیوی ۔ ضرور۔

پران ۔ اچھا بھابی چائے کا بہت بہت شکریہ۔

بیوی ۔ اس میں شکریے کی کیا بات ہے ۔

کرشن ۔ بس تمہیں بتاؤں بھابی ۔ ہم لوگوں کی تو خیر دوسری بات ہے تم ذرا اس کے دوستوں سے تنگ کر بات کیا کرو۔ کوئی آئے کوئی جائے ۔ مرے یا جیے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ پھر دیکھنا بچہ جی کے ہوش ٹھکانے آتے ہیں کہ نہیں ۔ جب باہر بے عزتی ہوگی تو گھر پر عزت کریں گے ۔

پران ۔ اچھا بھئی دینا ناتھ ۔ اچھا بھابی بائی ۔ بائی۔

کرشن ۔ ٹاٹا۔

( دونوں بائیں دروازے سے باہر چلے جاتے ہیں تلسی آکر برتن اٹھا لے جاتا ہے ۔ )

میاں ۔ ( گہرا سانس لے کر صوفے میں دھنستے ہوئے ) تم ہی بتاؤ ڈارلنگ اس میں میرا کیا قصور ہے ؟

بیوی ۔ ( غصّے سے ) میں کسی کی ڈارلنگ وارلنگ نہیں۔ مجھے کوئی ڈارلنگ نہ کہے۔

میاں ۔ تم ہی بتاؤ ڈارلنگ میرا اس میں کیا قصور ہے، اگر لوگ اونٹ کی طرح منہ اٹھائے گھر میں گھس آئیں ۔

بیوی ۔ ( خاموش ہے )
میاں ۔ ہم تو اس طرح کسی کے یہاں نہیں جاتے ۔ آدمی کو وقت بے وقت دیکھنا چاہیئے ۔ نہ جانے اگلا کس حال میں ہو ۔ کہیں آنے جانے کا پروگرام ......
بیوی ۔ جی ۔ بس ہو چکا آنا جانا ۔ میں سب سمجھتی ہوں ۔ اگر کوئی گھر کو گھر سمجھے تو کس کی مجال ہے کہ ......
میاں ۔ تو کیا تم سمجھتی ہو کہ میں ہی انھیں پیغام بھیج بھیج کر بلاتا ہوں کہ آؤ اور کودو میری چھاتی پر ؟
بیوی ۔ اور نہیں تو کیا میں بلاتی ہوں کہ آؤ نہلاؤں تمہیں اصلی گھی میں ۔ ہم پر ایک دھیلا خرچ کرنا پڑ جائے تو دیکھیے کیا آفت آتی ہے ...... اور ٹھیک ہی تو ہے ۔ آپ کو مجھ سے کوئی واسطہ ہو جب نا جن مردوں کو پرائی عورتوں کا چسکا ......
میاں ۔ پرائی عورتوں کا چسکا ___ یہ تم کیا کہہ رہی ہو ڈارلنگ ۔ تم بھی اُس اُلو کے پٹھے پران کی باتوں میں آگئیں ۔ اس کی تو عادت ہی ہے
بیوی ۔ جی ہاں ، پران کی عادت ہے ، کرشن آنند کی بھی عادت ہے ۔ جو کوئی سچی بات کہہ دے بس اُسی کی عادت ہے ۔
میاں ۔ خیر ۔ اب چھوڑ دو یہ قصہ ۔ کمبختوں نے سارا پروگرام چوپٹ کر دیا ۔ اب آئے میرے یہاں کوئی ۔ باہر ہی سے سڑک کا راستہ نہ بتا دیا تو دینا ناتھ نام نہیں ۔
بیوی ۔ آپ کا کیا ہے ۔ آپ کوئی اور نام رکھ لیں گے ۔ اور ......
میاں ۔ اور راہگیروں کو تم اٹھا اٹھا کر گھر بھر لو گی کہ آؤ میری بیوی

بہت اچھے پکوڑے تلتی ہے اور پراٹھے بنانے میں تو اُس کا جواب ہی نہیں۔ ہیں تو کبھی تل کے نہ کھلائے ......

بیوی۔ آپ کو گھر کی کوئی چیز پسند ہو جب نا۔ جن مردوں کو باہر کی چیزوں کے چسکے ........

میاں۔ پھر وہی چسکے ...... بھئی تمہیں میرے سر کی قسم ہے ڈارلنگ، مجھے زیادہ پریشان نہ کرو، میں پہلے ہی سے ..... تو کہو، چلنی ہو، اب ؟

بیوی۔ کہاں۔ اپنے ماں باپ کے گھر پہنچا دیجئے۔

میاں۔ اوہو — نہیں بھئی۔ سنیما۔

بیوی — نو بجے سنیما۔ ابھی میرا دماغ خراب نہیں ہوا کہ بچے والی ہو کر رات کے نو بجے سینما، تھیٹر دیکھتی پھروں۔

میاں۔ تم جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ سنیما نہ سہی، ذرا ٹہل ہی آئیں گے .......

بیوی۔ اس وقت ؟

میاں۔ یہی تو وقت ہے ڈارلنگ! جب ہم آسانی سے فرار ہو سکتے ہیں ورنہ کوئی تعجب نہیں کہ ابھی کسی کی محبت کی رگ پھڑک اُٹھے۔ اور وہ اُٹھ بھاگے مجھ سے گلے ملنے۔ میری حالت پر رحم کھاؤ ڈارلنگ اور چلو، جلدی سے نکل چلو یہاں سے۔

بیوی۔ اور بابا۔

میاں۔ بابا کو بھی ساتھ لے چلو اور چاہو تو تلسی کو بھی ...... تلسی بابا کو سنبھال لے گا۔

بیوی۔ اور کھانا پکانے کے لئے رات بارہ بجے مجھے پھر باورچی خانے

میں ڈھکیل دیجئے گا۔

میاں - بھئی سینما نہ سہی، کھانا تو باہر کھائیں گے ہی ...... لیکن یہ سب بعد میں ہوتا رہے گا۔ تم جلدی سے کپڑے بدل لو اور (زور سے) تلسی! اے او تلسی۔

تلسی - (زور سے) جی ساب!

میاں - ادھر آؤ۔

(تلسی داخل ہوتا ہے)

تلسی - جی۔

میاں - (الماری پر سے تالا اٹھا کر دیتے ہوئے) دیکھو، باہر کے دروازے کو باہر سے تالا لگا دو، اور پچھواڑے کی دیوار پھاند کر آؤ میرے پاس۔

تلسی - (تعجب سے) جی؟

میاں - جی وی کچھ نہیں۔ جو کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ اب بچنے کی صرف یہی صورت ہے، اور سنو! اگر تم بھی تیار ہو جاؤ۔ گھومنے چلیں گے۔

تلسی - جی ابھی آیا۔

(دائیں دروازے سے باہر جاتا ہے —— اس اثنا میں بیوی الماری سے سیاہ رنگ کی ساڑھی نکالتی ہے۔)

میاں - یہ سیاہ ساڑھی نہیں ڈارلنگ اس وقت تو وہ سفید ساڑھی پہنو۔ چاندنی رات میں سفید ساڑھی تم پر کتنی کھلتی ہے۔

بیوی - یہی ٹھیک ہے۔ یہاں کون سا کسی کو دکھانا ہے۔

میاں نہیں ڈارلنگ! اس وقت تو وہی ساڑھی پہنو اور ...... اور

جوڑے میں چنبیلی کا پھول ........

**بیوی** ۔ اب رہنے بھی دیجئے یہ چاپلوسی کی باتیں ۔

(تلسی بائیں دروازے سے داخل ہوتا ہے اور بیوی بائیں دروازے سے باہر جاتی ہے)

**تلسی** ۔ جی لگا دیا صاحب ۔

**میاں** ۔ گڈ ۔ اچھی طرح دیکھ لیا تھا نا ! کبھی کبھی اندر کے بجائے باہر لگائے ہوئے تالے زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں ۔

**تلسی** ۔ جی خوب ۔ اچھی طرح دیکھ لیا ۔

**میاں** ۔ اچھا جاؤ ۔ جوتے ووتے پہن لو اور پھر اسی طرح دیوار پھاند کر اور چاروں طرف دیکھ کر دروازہ کھولنا ۔

**تلسی** ۔ جی ۔

(تلسی بائیں دروازے سے باہر جاتا ہے اور بیوی سفید ساڑھی میں ملبوس اندر داخل ہوتی ہے)

**میاں** ۔ آخر یہ ہوئی نا بات ۔ ڈارلنگ ! تمہیں تو کسی راجہ نواب کی بیوی ہونا چاہیئے تھا ۔ یہ رنگ روپ ، یہ لباس ...... کیا بتاؤں ڈارلنگ ! جب تم میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی ہو اور لوگوں کی نظریں تمہاری طرف اٹھتی ہیں تو جانتی ہو کیا ہوتا ہے ......؟

**بیوی** ۔ مجھے کیا معلوم کیا ہوتا ہے ۔

**میاں** ۔ میری چھاتی گز بھر کی ہو جاتی ہے ۔ فخر سے میرے پاؤں زمین پر نہیں پڑتے اور ......

**بیوی** ۔ کسی کو بنانا کوئی آپ سے سیکھے ۔

میاں ۔ نہیں ڈارلنگ ! میں بنا نہیں رہا۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ ........

(دور سے) تلسی، ابے او تلسی۔

تلسی (دور سے) جی ساب۔

میاں ۔ جاؤ، کھولو دروازہ ـــ لیکن ذرا احتیاط سے۔ چاروں طرف دیکھ کر۔ راستہ بالکل صاف ہو جب کھولنا۔

تلسی ۔ جی۔

میاں ۔ ہاں تو ڈارلنگ ! میں تم سے کہہ رہا تھا.......

(بے طرح گھبرایا ہوا تلسی داخل ہوتا ہے)

تلسی ۔ ساب غضب ہو گیا۔ غضب ہو گیا ساب !

میاں (گھبرا کر) کیا ہوا ـــ کیا ہوا تلسی ـــ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟

تلسی ۔ جی وہ۔.......

میاں ۔ ارے وہ کیا ـــ کچھ کہو گے بھی۔

تلسی ۔ جی کوئی دیوار پھاند رہا ہے۔

بیوی ۔ (خوف سے) ایں۔

میاں ۔ کیا کہا۔ دیوار پھاند رہا ہے۔ کون سی دیوار پھاند رہا ہے؟

تلسی ۔ جی ہماری۔

میاں ۔ ہماری دیوار پھاند رہا ہے، کون پھاند رہا ہے؟

(بائیں دروازے سے دیا نرائن داخل ہوتا ہے)

دیا نرائن ۔ میں پھاند رہا ہوں تمھارا باپ۔ یہ بچنے کا خوب طریقہ نکالا تم نے۔ باہر سے دروازہ بند کر کے تم سمجھتے ہو بچ جاؤ گے۔

میاں ۔ اوہ ! نہیں بھائی ! معاف کرنا۔ ہم تو ڈر گئے تھے کہ نہ جانے کون ......

دیانرائن ۔ جی ہاں اب آپ کو ہم سے ڈر ہی تو آئے گا۔

میاں ۔ نہیں یہ بات نہیں دیانرائن ۔ بات یہ تھی کہ ......

دیانرائن ۔ میں بات وات کچھ نہیں جانتا۔ پہلے میری بات کا جواب دو کہ باہر سے دروازہ بند کر کے تم ......

میاں ۔ ہم لوگ ذرا باہر جا رہے تھے۔

دیانرائن ۔ خوب ! دروازہ باہر سے بند ہے اور تم باہر جا رہے تھے ۔ کیوں مجھے بیوقوف بنانے ہو دیانا نتھ ۔ یہ ہتھکنڈے کسی اور کو دکھانا۔ دیانرائن کچی گولیاں نہیں کھیلا کہ اُسے اس آسانی سے چل دے جاؤ گے ۔ پچاس بار تم نے کہا تھا تو آج آیا ہوں اور اس ارادے سے آیا ہوں کہ آج رات یہیں رہوں گا۔

میاں ۔ رات یہیں رہو گے ؟ لیکن ہم لوگ تو......

دیانرائن ۔ تم لوگ جاؤ جہنم میں —— معاف کرنا بھابی —— اس سے میں نبٹتا رہوں گا، تم ذرا جلدی سے مجھے کھانے کو کچھ لا دو آج تو شام کی چائے بھی نصیب نہیں ہوئی۔

میاں ۔ لیکن......

دیانرائن ۔ تم چپ رہو جی ! تمھاری لیکن ویکن میں ابھی نکالتا ہوں۔ آخر تم نے مجھے سمجھا کیا ہے ۔ تم سمجھتے ہو کہ اگر تم ہماری بھابی کو دھوکا دے سکتے ہو تو ساری دنیا کو دھوکا دے سکتے ہو —— بھابی ، ذرا تلسی کے ہاتھ ایک کرتا پاجامہ بھی بھجوا دو۔ اور دیکھو میرے لئے

الگ بستر لگانے کی ضرورت نہیں۔ میں اس چُقندر کے ساتھ ہی سو جاؤں گا — کیوں بے گھن چکر، کیا سمجھا ہے تم نے مجھے — گھونسوں کے مارے بھُرکس نکال دوں گا۔ ہڈی پسلی ایک کر دوں گا تمہاری

میاں ۔ (مری ہوئی آواز میں) ڈارلنگ!

بیوی ۔ (طنزاً) جی!

میاں (ہھر پکڑ کر صوفے پر گرتے ہوئے) ڈارلنگ!

بیوی - جی!

(پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے)

# حکیم بنّے خاں

## کردار

حکیم بنّے خاں
رحمان ...... ملازم (ہکلا کر بات کرتا ہے)
حامد .................. ایک مریض
رشیدہ .................. ایک عورت
رگھبیر دیال .......... ایک سیٹھ

(حکیم صاحب کا کشادہ اور صاف ستھرا مطب جو پلائی وڈ کے
پارٹیشن کے ذریعے دو حصّوں میں منقسم ہے۔ سامنے والے
حصّے میں سڑک کے رُخ پر چوڑا سا تخت بچھا ہے جس پر
گاؤ تکیے کے سہارے ایک حکیم صاحب بیٹھے ایک خستہ سی
کتاب کی ورق گردانی کر رہے ہیں۔ ناک کے بانسے پر اٹکی
ہوئی عینک بار بار ڈھلک جاتی ہے حکیم صاحب اُسے بار بار
ٹھیک کر لیتے ہیں۔ تخت کے بائیں اور دائیں طرف دیوال
سے لگی شیشے کی الماریوں میں حکمت کی کتابیں سجی ہیں اندر کے
حصّے سے جہاں دوائیں وغیرہ ہیں کچھ کھٹ پٹ کی آوازیں آتی
ہیں حکیم صاحب چونک کر آواز دیتے ہیں۔)

حکیم صاحب۔ اے میاں رحمان! رحمان میاں! یہ کیا کر رہے ہو

رحمان (اندر سے ہکلاتی ہوئی آواز میں) ---- دوا..... خانہ..
بند..... کر رہا...... ہوں...... حکیم ساب! (باہر آتا ہے)

حکیم صاحب! (تعجب سے) دوا خانہ بند کر رہا ہوں! کس مسخرے

نے تم سے کہا ہے کہ ابھی سے دواخانہ بند کر دو۔

رحمان۔ (ہکلاتے ہوئے، لفظ توڑ توڑ کر) آٹھ بج گئے ہیں حکیم ساب۔

حکیم صاحب۔ آٹھ بجے ہیں کوئی اٹھارہ نہیں بج گئے۔ ڈھٹائی کی حد ہے، میں ابھی تخت پر بیٹھا ہوں۔ اور تم دواخانہ بند کر رہے ہو ——!

رحمان۔ جی وہ تو ......

حکیم صاحب۔ جی وی کچھ نہیں، میں تم سے پچاس مرتبہ کہہ چکا ہوں ہر کام کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لیا کرو۔ بتاؤ کہہ رکھا ہے یا نہیں؟

رحمان۔ جی کہہ رکھا ہے۔

حکیم صاحب۔ تو تم فیصلہ کر چکے ہو کہ میں جو بات کہوں گا تم ہمیشہ اس الٹ کرو گے۔

رحمان۔ جی نہیں تو۔

حکیم صاحب۔ تو پھر کیوں کیا — میں پوچھتا ہوں تم نے دواخانہ بند کرنے کی کوشش کیوں کی ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ابھی تک سینڈام کے یہاں سے کوئی اطلاع نہیں آئی اور نہ کوئی دوا لینے آیا ہے۔

رحمان۔ جی نہیں۔

حکیم صاحب۔ اچھا تو حضور کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہاں کون آتا ہے کون جاتا ہے! رحمان میاں!

رحمان۔ ...جی۔

حکیم صاحب۔ آٹھ بجے کے بعد، میرا مطلب ہے دواخانہ بند کرنے

کے بعد تم شطرنج کھیلتے ہو یا چوسر؟

رحمان۔ - جی کھانا کھاتا ہوں۔

حکیم صاحب - چلو یونہی سہی۔ کھانے میں کیا کھاتے ہو؟

رحمان - جی گوشت، ترکاری...... دال......

حکیم صاحب، گھاس تو نہیں کھاتے؟۔

رحمان - جی نہیں

حکیم صاحب - ضرور کھاتے ہو ورنہ تمہیں خبر ہوتی کہ یہاں کون آتا ہے کون جاتا ہے۔ حکیم بنّے خاں کے نائب ہو اور آتا تمہیں خر... دواخانہ بند کرنا ہے۔ جاؤ جاکے اندر بیٹھو۔

رحمان - جی۔!

حکیم صاحب۔ اور سنو، اگر تم نے میری اجازت کے بغیر دواخانہ بند تو میں تمہارا دانہ پانی بند کر دوں گا۔ سمجھے!

رحمان - جی!

(رحمان اندر جاتا ہے۔ باہر کی طرف سے حامد آتا ہے)

حامد - اسلام علیکم حکیم صاحب ۔!

حکیم صاحب - وعلیکم السلام! کہو میاں حامد۔ طبیعت کچھ سنبھلی، بیٹھو

حامد - جی سر بہا پر چکرا رہا ہے۔ دل کی دھڑکن میں بھی کوئی افاقہ نہیں ہوا اور نیند تو حکیم صاحب بالکل نہیں آئی۔

حکیم صاحب - جوشاندہ پیا تھا۔

حامد - جی ہاں حکیم صاحب، جانتے ہی، پی لیا تھا۔

حکیم صاحب - تو پھر کیوں سر چکرا رہا ہے اور نیند تو ایسی آنی چاہئے

تھی کہ ...... خیر، نیند بھی آجائے گی حامد میاں اور دل کی دھڑکن بھی ہموار ہوجائے گی اور سر کا چکرانا تو میں تمہارا ابھی بند کئے دیتا ہوں (اونچی آواز سے) رحمان میاں!

رحمان۔ جی! حکیم ساب!

حکیم صاحب! آماں ادہر آؤ وہیں سے کیا جی جی کر رہے ہو۔

رحمان (آکر)۔ جی فرمایئے۔

حکیم صاحب:۔ تولہ بھر المروق گلقند میں سفوف نمبر چار اور سفوف نمبر چھتیس کے دو دو ٹنکے ملا لاؤ اور ایک کسورے کو اچھی طرح دھو کر ہم وزن عرقِ گلاب اور عرقِ گاؤ زبان!

رحمان۔۔ جی! (جاتا ہے)

حکیم صاحب۔ اور سناؤ حامد میاں! گھر میں تو سب خیریت ہے نا!

حامد:۔ جی اللہ کا شکر ہے۔

حکیم صاحب۔ صاحبزادے کے امتحان کا کیا ہوا۔

حامد!۔ جی کل نتیجہ نکل رہا ہے حکیم صاحب۔ آپ کے قدموں کی خیرات سے پاس ہو گیا تو کہیں ملازمت کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔

حکیم صاحب۔ کیوں نہیں، کیوں نہیں، بڑا ہونہار فرزند ہے۔ پاس کیوں نہیں ہوگا۔؟

رحمان۔ (آتے ہوئے)۔ جی یہ رہی گلقند اور یہ عرق......

(دونوں چیزیں تخت پر رکھ کر چلا جاتا ہے)

حکیم صاحب۔ لو، حامد میاں۔ یہاں میرے سامنے گلقند چاٹو۔ اور اوپر سے پیو یہ عرق کا پورا کسورا ...... پھر دیکھتا ہوں

کس طرح تمہارا سر چکراتا ہے۔ اور ......

رحمان :۔ جی گھر جا کر پی لوں گا۔

حکیم صاحب :۔ اجی نہیں میاں! گھر میں تمہیں اچھلتے کودتے بھیجنا چاہتا ہوں۔ پچاس کو چھو رہے ہو لیکن عادات وہی بچوں کی سی ہیں مجھے معلوم ہے گھر میں دوا تمہارے پیٹ میں جانے کے بجائے پچھواڑے کی گلی میں جاتی ہے۔

حامد :۔ جی نہیں حکیم صاحب، میں تو باقاعدہ استعمال کر رہا ہوں۔

حکیم صاحب :۔ کر رہے ہو تو کرو میرے سامنے استعمال — یوں ایکی میں تمہارا سر چکرانا بند نہ ہوا اور دل کو راحت اور سکون نہ ملا اور رات کو تم گھوڑے بیچ کر نہ سوئے تو دواخانہ میں رحمان سے بند کرا کے پنواڑی کی دکان کھول لوں گا۔

حامد :۔ وہ تو میں جانتا ہوں حکیم صاحب! آپ کے ہاتھ میں بڑی شفا ہے۔

حکیم صاحب ۔ اب باتیں بعد میں بنانا۔ پہلے چاٹو یہ گلقند اور پیو یہ عرق۔

(حامد منہ بگاڑ کر گلقند کھاتا ہے اور عرق پیتا ہے)

حکیم صاحب ۔ اب جاؤ بیٹے گھر جا کے آرام کرو۔ اور صبح بتانا کہ ......

حامد ۔ (جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے) کیا پیش کروں حکیم صاحب۔

حکیم صاحب ۔ یہ سب کل دیکھا جائے گا۔ جب تم منہ لٹکانے کے بجائے چھاتی تانے آؤ گے۔

تھی کہ ...... خیر، نیند بھی آجائے گی حامد میاں اور دل کی دھڑکن بھی ہموار ہو جائے گی اور سر کا چکرانا تو میں تمہارا ابھی بند کئے دیتا ہوں (اونچی آواز سے) رحمان میاں!

رحمان ۔ جی! حکیم ساب!

حکیم صاحب! آماں ادھر آؤ دہیں سے کیا جی جی کر رہے ہو۔

رحمان (آکر) جی فرمائیے۔

حکیم صاحب :۔ تولہ بھر مروق گلقند میں سفوف نمبر چار اور سفوف نمبر چھتیس کے دو دو ٹنکے ملا لاؤ اور ایک کسورے کو اچھی طرح دھو کر ہم وزن عرق گلاب اور عرق گاؤ زبان!

رحمان :۔ جی! (جاتا ہے)

حکیم صاحب ۔ اور سناؤ حامد میاں! گھر میں تو سب خیریت ہے نا!

حامد :۔ جی اللہ کا شکر ہے۔

حکیم صاحب ۔ صاحبزادے کے امتحان کا کیا ہوا۔

حامد ۔ جی کل نتیجہ نکل رہا ہے حکیم صاحب ۔ آپ کے قدموں کی خیرات سے پاس ہو گیا تو کہیں ملازمت کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔

حکیم صاحب ۔ کیوں نہیں، کیوں نہیں، بڑا ہونہار فرزند ہے۔ پاس کیوں نہیں ہوگا۔؟

رحمان ۔ (آتے ہوئے) جی یہ رہی گلقند اور یہ عرق ......

(دونوں چیزیں تخت پر رکھ کر چلا جاتا ہے)

حکیم صاحب ۔ لو، حامد میاں ۔ یہاں میرے سامنے گلقند چاٹو۔ اور اوپر سے پیو یہ عرق کا پورا کسورا ...... پھر دیکھتا ہوں

کس طرح تمہارا سر چکراتا ہے۔ اور ......

رحمان :۔ جی گھر جا کر پی لوں گا۔

حکیم صاحب :۔ اجی نہیں میاں! گھر میں تمہیں اچھلتے کودتے بھیجنا چاہتا ہوں۔ پچاس کو چھو رہے ہو لیکن عادات وہی بچوں کی سی ہیں مجھے معلوم ہے گھر میں دوا تمہارے پیٹ میں جانے کے بجائے پچھواڑے کی گلی میں جاتی ہے۔

حامد :۔ جی نہیں حکیم صاحب، میں تو باقاعدہ استعمال کر رہا ہوں۔

حکیم صاحب :۔ کر رہے ہو تو لو کرو میرے سامنے استعمال ۔۔۔ یوں ٹھیک۔ میں تمہارا سر چکرانا بند نہ ہوا اور دل کو راحت اور سکون نہ ملا اور رات کو تم گھوڑے بیچ کر نہ سوئے تو دوا خانہ میں رحمان سے بند کرا کے پنواڑی کی دکان کھول لوں گا۔

حامد :۔ وہ تو میں جانتا ہوں حکیم صاحب! آپ کے ہاتھ میں بڑی شفا ہے۔

حکیم صاحب ۔ اب باتیں بعد میں بنانا۔ پہلے چاٹو یہ گلقند اور پیو یہ عرق۔

(حامد منہ بگاڑ کر گلقند کھاتا ہے اور عرق پیتا ہے)

حکیم صاحب ۔ اب جاؤ سیدھے گھر اور جا کے آرام کرو۔ اور صبح بتانا کہ ......

حامد :۔ (جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے) کیا پیش کروں حکیم صاحب۔

حکیم صاحب ۔ یہ سب کل دیکھا جائے گا۔ جب تم منہ لٹکانے کے بجائے چھاتی تانے آؤ گے۔

حامد۔ جی۔

(یہ کہہ کر جیب سے ہاتھ نکال لیتا ہے اور سلام کے
طور پر ہاتھ کو ماتھے تک لے کر جاتا ہے)

حکیم صاحب۔ (اونچی آواز میں) رحمان! اے میاں رحمان۔

رحمان۔ (آکر) جی۔

حکیم صاحب۔ کیا بجا ہے میاں؟

رحمان۔ (خوش ہو کر) جی ساڑھے آٹھ بج گئے ہیں۔ کہیں تو
دواخانہ......

حکیم صاحب۔ بند کر دوں! تم دواخانہ بند کرو اور میں تمہارا ناطقہ
بند کرتا ہوں۔ سیتا رام کے گھر سے نہ ابھی تک کوئی خبر آئی ہے
نہ یہاں سے دوا گئی ہے اور تمہیں دواخانہ کاٹے کھا رہا ہے۔

رحمان۔ شاید طبیعت ٹھیک ہو گئی ہو حکیم صاحب۔

حکیم صاحب۔ کچھ بھی ہو۔ خبر آنی چاہیئے۔ دواخانہ اس وقت تک
بند نہیں ہوگا جب تک سیتا رام کے یہاں سے کوئی خبر نہیں آتی
تم چاہو تو اندر بیٹھنے کی بجائے یہاں میرے پاس تخت پر بیٹھ سکتے
ہو سب!

رحمان جی۔ میں تو......

(اس کی بات ادھوری ہے کہ سیاہ برقعہ اوڑھے
لیکن چہرے پر سے نقاب اُٹھائے رشیدہ داخل ہوتی ہے)

رشیدہ۔ آداب! حکیم صاحب!

حکیم صاحب۔ آؤ! آؤ بیٹا! بیٹھو۔ کہو کیسی طبیعت ہے بچے کی؟ دن

بھر میں کے دست آئے۔

رشیدہ۔ دست تو رُک گئے ہیں حکیم صاحب۔ لیکن روتا اسی طرح ہے دودھ بھی نہیں پیتا۔

حکیم صاحب۔ تو اسے بھی ساتھ لے آتی بیٹیا ــــ اور دیکھتا ہوں تمہارے ساتھ کوئی مرد ورد بھی نہیں ہے۔ ارشد میاں کیا ابھی کام سے نہیں لوٹے۔؟

رشیدہ۔ جی اُن کے کسی افسر کا تبادلہ ہوا ہے الوداعی پارٹی تھی۔ صبح کہہ گئے تھے کچھ دیر سے لوٹوں گا۔

حکیم صاحب کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ آدمی کا ایمان ساتھ ہونا چاہیئے۔ دیر سویر سے کوئی فرق نہیں پڑتا ــــ تم نے تو آج کوئی ثقیل چیز نہیں کھائی۔ ہے کیا کھایا تھا آج ؟

رشیدہ ۔۔ جی صبح تھوڑا سا دلیہ لیا تھا اور موسمبی کا رس پیا تھا۔ شام کو دلیئے سے جی چل گیا تو تھوڑا شوربا لے لیا تھا۔

حکیم صاحب :۔ کوئی حرج نہیں، کوئی حرج نہیں۔ دودھ پیا تھا۔؟

رشیدہ :۔ جی دودھ کو تو آپ نے منع کر دیا تھا۔

حکیم صاحب :۔ ہاں دودھ بچّے کے لیئے مُضر ہے۔ بس دو ایک دن پرہیز کرنا ہوگا۔ نسخہ لائی ہو۔؟

رشیدہ ۔ جی ہاں!

حکیم صاحب ۔ رحمان میاں! (رحمان دوسرے حصّے سے آتا ہے)

رحمان :۔ جی۔

حکیم صاحب ۔ لو یہ نسخہ تیار کرد۔ اور چھ پڑیاں سفوف نمبر ستر ہ

کی الگ سے باندھ دو اور پھر انھیں گھر تک پہنچا آؤ۔

رشیدہ :۔ جی میں خود چلی جاؤں گی حکیم صاحب۔

حکیم صاحب ۔ وہ تو میں جانتا ہوں بیٹیا، خود آئی ہو تو خود جا بھی سکتی ہو۔ لیکن ہمارے رحمان میاں کو جو آٹھ بجے ہی گھر کی یاد کے دورے پڑنے لگتے ہیں اور یہ چونک، کر دوا خانے میں قفل ڈالنے اُٹھ بھاگتے ہیں۔ تو میں انہیں اس کی سزا دینا چاہتا ہوں۔ تم جانو بیٹیا، حکیم کی زندگی چوسر یا شطرنج کے لئے نہیں مریضوں کے لئے ہوتی ہے۔ اب تو زمانہ ہی بدل گیا ہے۔ چھینک آجائے تو لوگ انجکشن سے ادھر بات نہیں کرتے۔ اک ذرا اپنڈسی ہوئی کہ آپریشن کرانے اُٹھ دوڑے۔ ہم نے وہ دن بھی دیکھے ہیں بیٹیا جب کسی مہلک مرض کے نہیں، صرف بھر ٹانکا نٹے کے مریض کے سرہانے پوری پوری راتیں گذار دی جاتی تھیں۔

(رحمان دوا لے کر آتا ہے)

رحمان :۔ جی نسخہ تیار ہو گیا ہے۔

حکیم صاحب۔ تو تم بھی جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

رحمان ۔ جی اب تو نو بج چکے ہیں۔

حکیم صاحب :۔ ہاں ہاں میری بینائی ابھی اتنی کمزور نہیں ہوئی کہ مجھے سامنے پڑی ہوئی گھڑی کی سوئیاں نظر نہ آتی ہوں۔

رحمان ۔ جی!

رشیدہ ۔ دوا کے پیسے حکیم صاحب!

حکیم صاحب :۔ آجائیں گے، آجائیں گے بیٹیا۔ تم جاکے بچے کو دیکھو

اور دیکھو! صبح دفتر جاتے ہوئے ارشد میاں سے کہنا۔ بچے کی حالت مجھے بتاتے جائیں شاید نسخہ بدلنا پڑے۔

رشیدہ ۔ جی بہت بہتر۔

حکیم صاحب ۔ اور تم رحمان میاں اُدھر ہی سے گھر نہ شک جانا بی بی کو گھر پہنچا کے لپک جھپک یہاں پہنچو۔ ہم کے دواخانہ بند کرنا ہے۔

رحمان ۔ جی بہت اچھا۔

رشیدہ ۔ آداب ۔

حکیم صاحب ۔ جیتی رہو۔

(رشیدہ برقعہ سنبھالتے ہوئے چلی جاتی ہے اس کے پیچھے رحمان بھی مرے مرے قدموں سے جاتا ہے۔ حکیم صاحب ایک نظر سڑک کی طرف دیکھتے ہیں۔ پھر کتاب دیکھنے میں مشغول ہو جاتے ہیں ذرا دیر بعد سیٹھ رگھبیر دیال داخل ہوتا ہے۔)

رگھبیر دیال ۔ کیوں جناب حکیم ننّھے خاں کا مطب یہی ہے کیا؟

حکیم صاحب۔ (بورڈ کی طرف اشارا کرکے) جی ہاں یہ بورڈ ٹنگ رہا ہے۔

رگھبیر دیال :۔ حکیم جی کس وقت ملیں گے۔

حکیم صاحب ۔ کیا خاکسار کی شکل صورت حکیم نامی مخلوق سے نہیں ملتی ہے۔

رگھبیر دیال ۔ اوہ! تو آپ ہی حکیم ننّھے خاں ہے۔؟

حکیم صاحب :۔ جی ہاں بندے کو بھی اس نام سے پکارا جاتا ہے۔

رگھبیر دیال :۔ میرا نام سیٹھ رگھبیر دیال ہے۔

حکیم صاحب :۔ بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ فرمایئے۔ میں آپ کی

کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

رگھبیر دیال۔ آپ ذرا میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلئے۔

حکیم صاحب۔ وہ کس خوشی میں؟

رگھبیر دیال۔ سُنا ہے آپ کے ہاتھ میں بڑی شفا ہے۔

حکیم صاحب۔ اجی شفا تو اللہ میاں کے ہاتھ میں ہے، بندے کے ہاتھ میں تو صرف دوا ہے۔

رگھبیر دیال۔ میری ساس کی ٹانگوں پر پچھلے دو سال سے فالج کا اثر ہے۔ سینکڑوں علاج ہو چکے۔ لیکن کچھ فرق نہیں پڑا۔ کل ایک صاحب نے بتایا کہ آپ اِس مرض کے مسیحا ہیں۔

حکیم صاحب۔ تو کیا اِس وقت یعنی رات کے ساڑھے نو بجے آپ سمجھتے ہیں میرے جانے بھر سے فالج کی مریضہ اُٹھ کر کدکڑے لگانے لگے گی۔

رگھبیر دیال۔ جی۔ جی۔ یہ بات تو نہیں۔ اصل میں مجھے اسی وقت فرصت ملتی ہے۔ اِس کے لئے آپ کی جو بھی فیس ہو، میں دینے کے لئے تیار ہوں۔

حکیم صاحب۔ خوب۔ نہایت خوب۔ معلوم ہوتا ہے کافی مالدار اسامی ہیں آپ۔ کہئے کتنا روپیہ ہے اس وقت آپ کی جیب میں؟

رگھبیر دیال۔ جی ساٹھ ایک ہوں گے۔

حکیم صاحب۔ ہوں گے نہیں کہئے کہ ہیں۔

رگھبیر دیال۔ جی ہاں ہیں۔

حکیم صاحب۔ تو میری فیس جناب اُنسٹھ روپے ہے۔ پورے ساٹھ بھی

ہو سکتی تھی۔ بشرطیکہ آپ کی جیب میں اکسٹھ روپے ہوتے۔ آخر آپ کو واپسی کا کرایہ چاہیئے ہوگا ـــــ اور صاحب، یہ فیس صرف اس شرط پر ہے کہ فیس تو آپ اس وقت دیتے جایئے اور مریضہ کو دیکھنے میں کل آؤں گا۔

رگھبیر دیال۔ لیکن مریضہ تو......

حکیم صاحب۔ فالج ہی کی مریضہ ہے نا!

رگھبیر دیال۔ جی ہاں!

حکیم صاحب۔ اور فالج دو سال پرانا ہے۔

رگھبیر دیال۔ جی ہاں۔

حکیم صاحب۔ تو کیا آپ سمجھتے ہیں جو مریضہ کسی طرح دو سال سے زندہ ہے۔ وہ ایک رات اور زندہ نہیں رہ سکتی۔

رگھبیر دیال۔ جی۔ میرا مطلب یہ تھا کہ......

حکیم صاحب۔ آپ کا جو بھی مطلب ہو وہ میں آپ سے کل پوچھوں گا۔ میرا مطلب اس وقت اُنسٹھ روپوں سے ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ اتنے شریف ضرور ہوں گے کہ ایک شریف آدمی کی زبان پر اعتبار کر سکیں۔ انسٹھ روپے اور اپنے گھر کا پتہ چھوڑ جایئے بندہ صبح آٹھ بجے خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔

رگھبیر دیال۔ اگر آپ اس وقت چل سکتے تو......

حکیم صاحب۔ چل سکتا تھا اگر مریضہ کو فالج کے بجائے ہیضہ ہوتا اور اس صورت میں شاید آپ کو اتنی فیس بھی نہ دینی پڑتی۔

رگھبیر دیال۔ تو کل آپ ضرور آیئے گا۔

حکیم صاحب ۔ عرض کیا نا کہ اُنسٹھ روپے اور گھر کا پتہ چھوڑے جایئے
حاضر ہو جاؤں گا ۔
رگھبیر دیال ۔ کہیں تو سواری بھیجدوں ۔
حکیم صاحب ۔ سواری کی ضرورت نہیں ۔ ضرورت صرف انسٹھ روپوں
اور گھر کے پتے کی ہے ۔ یوں بھی میں لمبے مرض کے مریضوں کے یہاں
سواری پر نہیں جایا کرتا ۔
رگھبیر دیال ۔ (روپے اور پتے کا کارڈ دیتے ہوئے) یہ انسٹھ روپے اور
پتہ حاضر ہے ۔ صدر بازار میں آپ کسی سے بھی میرا پتہ پوچھ سکتے ہیں ۔
حکیم صاحب ۔ بس ٹھیک ہے ۔ پوچھنے کی نوبت نہیں آنے گی میری
عمر اس وقت اسّی برس کی ہے میاں اور یہ اسّی برس میں نے بارہ بنکی
میں نہیں دلّی کی گلیوں میں گذارے ہیں ۔ آپ کے گھر کے پاس لکڑی
کا ٹال ہے نا ؟
رگھبیر دیال ۔ جی ہاں ! بالکل !
حکیم صاحب ۔ اور خوشبو فضائی کی دوکان بھی ۔
رگھبیر دیال ۔ بالکل ۔ بالکل
حکیم صاحب ۔ تو اب آپ جا سکتے ہیں ۔
رگھبیر دیال :۔ آداب عرض ۔
حکیم صاحب ۔ آداب عرض ۔

(سیٹھ جاتا ہے رحمان آتا ہے)

رحمان ۔ جی ...... پہنچا ...... آیا ۔
حکیم صاحب ۔ گھر پہنچا کے آئے ہو نا ؟

رحمان ۔ جی ہاں ۔ گلی تک پہنچا آیا ہوں ۔
حکیم صاحب ۔ گلی تک ! گلی تک کیوں ؟
رحمان ۔ جی انہوں نے کہا، ٹھیک ہے، اب میں چلی جاؤں گی ۔
حکیم صاحب ۔ اور تم کاہے کو ساتھ گئے تھے ۔
رحمان ۔ جی گھر پہنچانے ۔
حکیم صاحب ۔ اور پہنچا آئے گلی تک ! — رحمان میاں !
رحمان ۔ جی !
حکیم صاحب ۔ تمہیں کب عقل آئے گی ۔ ؟
رحمان ۔ جی !
حکیم صاحب ۔ میں پوچھتا ہوں، تمہیں کبھی عقل آئے گی بھی یا نہیں ۔
رحمان ۔ جی آئندہ ۔۔۔۔۔۔
حکیم صاحب ۔ آئندہ میں جانتا ہوں، گلی کے بجائے تم محلّے تک ہی پہنچا کر چلے آیا کرو گے — خیر، دواخانہ بند کرو ۔
رحمان ۔ (خوش ہو کر) جی، ابھی بند کرتا ہوں ۔
حکیم صاحب ۔ اور میرا دوائیوں کا بکس نکال لو ۔
رحمان ۔ (تعجب سے) جی ؟
حکیم صاحب ۔ ہاں، ہاں میرا دوائیوں کا بکس نکال لو ۔ سیتا رام کے یہاں سے ابھی تک کوئی نہیں آیا ۔
رحمان ۔ جی ان کی طبیعت ٹھیک ہو گی ۔
حکیم صاحب ۔ ان کی طبیعت ٹھیک ہے یا نہیں، یہ تو وہیں جا کر پتہ چلے گا لیکن میری طبیعت اس وقت ٹھیک نہیں ہو گی جب تک میں اپنی آنکھوں

........ سے سیتارام کو نہیں دیکھ لیتا۔

رحمان :۔ جی اب تو دس بجنے والے ہیں۔

حکیم صاحب :۔ دس نہیں آج دو بھی بج سکتے ہیں اور خدانخواستہ کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو پوری رات وہیں گذرے گی۔

رحمان :۔ جی۔

حکیم صاحب :۔ اور سنو، یہ انسٹھ روپے ہیں۔ انہیں اپنے پاس رکھو۔

رحمان (تعجب سے) جی! یہ کس لئے؟

حکیم صاحب :۔ یہ اس لئے کہ میں تو سیتا رام سے باتیں کروں گا اور تم اس کی نظر بچا کر یہ روپے اس کے تکیے کے نیچے رکھو گے۔

رحمان :۔ جی۔

حکیم صاحب :۔ اب دواخانہ بند کرو۔

رحمان :۔ (خوش ہو کر) جی

حکیم صاحب :۔ اور میرا دوائیوں کا بکس لے لو۔

رحمان :۔ (افسوس سے) جی۔

حکیم صاحب :۔ اور چلو میرے ساتھ۔

رحمان :۔ (مری ہوئی آواز میں) جی!

(پردہ گرتا ہے)

# انٹرویو

## کردار

بینک کا منیجر

چپراسی

چوکیدار

اکاؤنٹنٹ

ترلوک ناتھ بی اے

بڑے میاں

رام دھین تیواری

ایک عورت

سیٹھ جوردرام

(دقت ہو تو عورت کا کردار حذف کیا جا سکتا ہے)

(پردہ منیجر کے کمرہ پر اُٹھتا ہے۔ سامنے کی میز کے پیچھے کرسی پر براجمان منیجر صاحب اُونگھتے اونگھتے چونک پڑتے ہیں۔ جماہی لیتے ہیں اور پھر اونگھنے لگتے ہیں۔ میز پر ٹیبل بیل، پیپر ویٹ، قلمدان، ٹیبل کلینڈر ہر چیز قرینے سے رکھی ہے لیکن کاغذ کا پرزہ تک دِکھائی نہیں دیتا۔ میز کے دائیں بائیں ایک ایک کُرسی پڑی ہے۔ منیجر کی پُشت کی دیوار پر پُرانی ساخت کا ایک بدوضع کلاک لٹک رہا ہے جس میں سوا دس بج رہے ہیں۔ منیجر صاحب اونگھتے اونگھتے لمبی جھونک میں جماہی رہے ہیں کہ بیک گراؤنڈ سے لوگوں کی باتیں کرنے کا شور اُبھرتا ہے۔ منیجر صاحب ہڑبڑا کر ٹیبل بیل بجاتے ہیں)

**منیجر**:۔ (چلّا کر) دُرگا داس! ابے او دُرگا داس۔

(ٹیبل بیل)

(دائیں ونگ سے بنک کا چپراسی دُرگا داس داخل ہوتا ہے)

**دُرگا داس**:۔ جی ساب۔

**منیجر**:۔ جی ساب کے بچّے، کہاں جا کر مر رہتے ہو۔ یہ باہر کون لوگ شور مچا رہے ہیں؟ کیا اپنے لوگوں میں سے کوئی ہے؟

**دُرگا**:۔ جی اپنے لوگوں میں سے سبھی ہیں ساب!

منیجر :۔ یعنی سب کے سب کام دام چھوڑ کے شور مچا رہے ہیں۔ ؟
دُرگا :۔ جی نہیں ساب! شور نہیں مچا رہے ۔
منیجر :۔ تو اور کیا گل کھلا رہے ہیں ۔؟
دُرگا :۔ شور مچانے والوں کو خاموش کر رہے ساب !
منیجر :۔ کیا کہا ؟ خاموش کر رہے ہیں! کیسے خاموش کر رہے ہیں ؟ میں تم سے بچاس مرتبہ کہہ چکا ہوں دُرگا داس کہ میرے سامنے بے سر پیر کی مت ہانکا کرو صاف کیوں نہیں بتاتے کہ کون لوگ ہیں جو بینک آکبڑی کا اکھاڑہ سمجھ کے یوں بلاتکلف شور مچا رہے ہیں اور جنہیں خاموش کرنے کے لئے پورے کا پورا عملہ کام دام چھوڑ کے خود شور مچا رہا ہے (رازدارانہ لہجے میں) دُرگا داس ۔
درگا :۔ جی ساب !
منیجر :۔ یہ لوگ بینک میں روپیہ جمع کرانے تو نہیں آئے ۔ ؟
دُرگا :۔ جی نہیں ساب!
منیجر :۔ تو کیا بینک سے روپیہ نکلوانے آئے ہیں ؟
دُرگا :۔ جی نہیں ساب!
منیجر :۔ جی نہیں ساب! جی نہیں ساب! تو کیا جھک مارنے آئے ہیں!
درگا :۔ انٹرویو کے لئے آئے ہیں ساب !
منیجر :۔ انٹرویو کے لئے۔ کون سے انٹرویو کے لئے ۔؟
دُرگا :۔ ساب! کل جو آپ نے اخبار میں.......
منیجر :۔ اوہ! ہاں!! اچھا، تو یہ لوگ انٹرویو کے لئے آئے ہیں ؟
دُرگا :۔ جی ساب

منیجر :۔ دُرگا داس ۔
دُرگا :۔ جی ساب !
منیجر :۔ باہر جا کر اِن سب سے کہدو۔ میں کسی کا انٹرویو نہیں لوں گا۔
دُرگا :۔ (تعجّب سے) جی ۔
منیجر :۔ جی ہاں! مجھے ان کے کام کی ضرورت نہیں۔ جو کام بینک کے موجودہ ملازمین بخوبی انجام دے سکتے ہیں اور بڑی دیانتداری کے ساتھ اِس وقت بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ اِس کے لئے مجھے کسی نئے اور ناتجربہ کار ملازم کی ضرورت نہیں۔
دُرگا :۔ جی میں سمجھا نہیں ساب !
منیجر :۔ تمہارے سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ضرورت صرف اِس بات کی ہے کہ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے، ان لوگوں سے جا کر کہدو۔
دُرگا :۔ جی ساب ۔

(جانے کے لئے مڑتا ہے)

منیجر :۔ اور سنو ۔

(رک جاتا ہے)

دُرگا :۔ جی ساب !
منیجر :۔ میرا خیال ہے تمہارے کہنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود ہی انتظام کرتا ہوں۔ تم ذرا اکاؤنٹنٹ صاحب کو میرے پاس بھیجو۔
(درگا داس کے جاتے ہی بیگ گراؤنڈ کا شور پھر اُبھرتا ہے اکاؤنٹنٹ داخل ہوتا ہے)
اکاؤنٹنٹ :۔ آپ نے مجھے یاد فرمایا۔
منیجر :۔ (طنز سے) جی ہاں بندہ پرور۔ میں نے ہی آپ کو زحمت دی ہے۔

تشریف رکھئے۔

(کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہے)

اکاؤنٹنٹ :- (کرسی پر بیٹھتے ہوئے) جی فرمایئے۔

مینیجر :- کیا میں آپ سے دریافت کرسکتا ہوں اکاؤنٹنٹ صاحب کہ باہر کس تقریب میں شور ہو رہا ہے؟

اکاؤنٹنٹ۔ جی وہ لوگ انٹرویو کے لئے آئے ہیں۔

مینیجر۔ انٹرویو کا وقت کیا دیا تھا۔؟

اکاؤنٹنٹ :- جی بارہ بجے دوپہر۔

مینیجر :- اور اس وقت کیا بجا ہے۔؟

اکاؤنٹنٹ :- (دیوار کے کلاک کی طرف دیکھ کر) جی یہ ساڑھے دس ...

مینیجر (غصّے سے کھڑا ہو جاتا ہے۔ گفتگو کے دوران میں ادھر اُدھر ٹہلتا ہے) ساڑھے دس اور میں برابر آدھ گھنٹے سے یہ شور سُن رہا ہوں۔ اکاؤنٹنٹ صاحب!

اکاؤنٹنٹ :- جی۔

مینیجر :- آپ نے ایڈورٹزمنٹ میں اپنی طرف سے اس شرط کا اضافہ تو نہیں فرما دیا تھا کہ انٹرویو دینے سے پہلے دو گھنٹے تک اُمیدوار بنک کے تمام ملازمین کا انٹرویو لیں گے۔

اکاؤنٹنٹ :- جی نہیں تو۔

مینیجر :- تو پھر یہ شور کیوں ہو رہا ہے؟

اکاؤنٹنٹ :- جی میں ابھی بند کرواتا ہوں۔

مینیجر :- نہیں، بند کروانے کی ضرورت نہیں۔ میرا مطلب ہے آپ کے بند کروانے کی ضرورت نہیں۔ آخر آدھ گھنٹے سے آپ بند ہی تو کروا رہے ہیں

چوکیدار کہاں ہے؟

اکاؤنٹنٹ :۔ جی باہر ہے۔

منیجر :۔ باہر سے آپ کی مُراد بنیک سے باہر ہے یا شہر سے باہر۔

اکاؤنٹنٹ :۔ جی گیٹ کے باہر۔

منیجر :۔ گیٹ کے باہر! گیٹ کے باہر وہ کیا کر رہا ہے؟ کیا شور مچانے والوں کی حفاظت کر رہا ہے۔

اکاؤنٹنٹ ۔ جی وہ .....

منیجر ۔ اکاؤنٹنٹ صاحب ۔!

اکاؤنٹنٹ ۔ جی!

منیجر :۔ مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس کیم سے آپ اپنے آپ کو ملازمت سے برطرف سمجھیے۔

اکاؤنٹنٹ (تعجب سے) جی؟

منیجر :۔ جی ہاں! مجھے ایسے اکاؤنٹنٹ کی ضرورت نہیں جو اپنی حساب کتاب کی اعلیٰ قابلیت کے ذریعہ اچھے خاصے چلتے ہوئے بنیک کا دیوالہ پیٹ دے۔

اکاؤنٹنٹ :۔ دیوالہ.....

منیجر :۔ ہاں ہاں دیوالہ!

اکاؤنٹنٹ :۔ لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے صاحب! اگر لوگ بنیک میں اپنا روپیہ جمع کرانے نہیں آتے۔

منیجر :۔ اور جو آتے ہیں وہ آپ کی منحوس صورت دیکھ کر ہی لوٹ جاتے ہیں ۔ اکاؤنٹنٹ صاحب!

اکاؤنٹنٹ :- جی!

مینیجر :- مجھے جو کچھ کہنا تھا، وہ کہہ چکا۔ اب آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ آپ ہی کی جگہ کے لئے میں نے آج لوگوں کو انٹرویو کے لئے بلایا ہے۔

اکاؤنٹنٹ :- اوہ! میں تو سمجھتا تھا کہ......

مینیجر :- آپ جو کچھ بھی سمجھتے تھے، سمجھتے ہیں یا آئندہ سمجھیں گے۔ اس سے مجھے سروکار نہیں۔ میں جو مناسب سمجھتا تھا، وہ میں نے آپ سے کہہ دیا ہے۔ اب آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔

اکاؤنٹنٹ :- جی، بہت بہتر!

(جاتا ہے۔ اس کے جانے کے ساتھ ہی بیک گراؤنڈ کا شور ابھر آتا ہے۔ مینیجر اپنی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے اور زور سے ٹیبل بیل بجاتا ہے)

مینیجر :- (چلّاکر) دُرگا داس — ابے او دُرگا داس۔

(دُرگا داس داخل ہوتا ہے)

دُرگا :- جی ساب۔

مینیجر :- ذرا چوکیدار کو میرے پاس بھیجو۔

دُرگا :- جی ساب!

(جاتا ہے۔ بیک گراؤنڈ کا شور اور بلند ہو جاتا ہے۔ ہاتھ میں بندوق لئے اور خاکی وردی پہنے چوکیدار داخل ہوتا ہے۔ فوجی انداز سے بوٹ ٹکراکر......)

چوکیدار :- سلام حجور۔

مینیجر :- چوکیدار

چوکیدار :۔ حجور

منیجر :۔ تمہاری بیٹی کدھر ہے ؟

چوکیدار :۔ گھر پر حجور!

منیجر (تعجب سے) گھر پر! گھر پر کیا انڈے دے رہی ہے ۔؟ بندوق یہاں تمہارے ہاتھ میں ہے اور کارتوسوں کی پیٹی تم نے گھر پر ڈال رکھی ہے ۔ چوکیدار!

چوکیدار :۔ حجور!

منیجر :۔ اگر کوئی واردات ہو جائے تو کون اس کا ذمہ دار ہوگا؟

چوکیدار :۔ کیسی واردات حجور!

منیجر :۔ (اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پہلے ہی کی طرح گفتگو کے دوران میں ٹہلنے لگتا ہے) کیسی واردات حجور! بینک کے چوکیدار ہو اور اتنا تک نہیں جانتے کہ بینک میں کیسی واردات ہو سکتی ہے؟

چوکیدار :۔ جانتا ہے حجور!

منیجر :۔ کیا جانتا ہے! خاک نہیں جانتا!

چوکیدار :۔ جانتا ہے حجور! چوری ہو سکتی ہے حجور۔ جعل سازی ہو سکتی ہے حجور۔ ڈاکہ پڑ سکتا ہے حجور۔ مس مریجم سے کھجانچی کو اندھا کر کے کھجانہ لوٹا جا سکتا ہے حجور!

منیجر (منہ بنا کر) اور حجور کو ہر مہینے اسی لئے ساٹھ روپے نقد دیئے جاتے ہیں کہ حجور گیٹ کے باہر تماکو چاٹ چاٹ کے خزانچی پر مس مریزم کا عمل ملاحظہ فرمائیں۔

چوکیدار :۔ جی نہیں حجور

منیجر :۔ کیا نہیں ججور!
چوکیدار :۔ ساٹھ روپیہ نہیں ملتا ججور۔
منیجر :۔ تو اور کتنا ملتا ہے؟
چوکیدار :۔ ایک پیسہ نہیں مِلتا ججور۔
منیجر :۔ ایک پیسہ نہیں ملتا۔ کب سے نہیں مِلتا؟
چوکیدار :۔ تین مہینے سے ججور۔
منیجر :۔ بس، تین مہینے سے! صرف تین مہینے سے پیسہ نہیں ملا تو تم نے کارتوسوں کی پیٹی گھر پر لوہے کے بکس میں بند کرنا شروع کردی اپنے سوڈیڑھ سو کی خاطر پورا بینک لٹوانا چاہتے ہو ــــ چوکیدار۔
چوکیدار :۔ ججور!
منیجر :۔ مجھے ایسے چوکیدار کی ضرورت نہیں جسے بینک پر حملہ ہونے کی صورت میں کارتوسوں کے لئے چاندنی چوک سے صفدر جنگ بھاگنا پڑے۔
چوکیدار :۔ صفدر جنگ میں کارتوس کہاں ہے ججور!
منیجر :۔ ابھی تم کہہ رہے تھے۔ کارتوسوں کی پیٹی گھر پر ہے۔ کیا تمہارا گھر صفدر جنگ میں نہیں ہے۔
چوکیدار :۔ گھر تو ججور صفدر جنگ ہی میں ہے۔
منیجر :۔ تو پھر تنخواہ وصول کرنے کے لئے تم نے بینک کے کارتوس تک بیچ ڈالے ہیں۔
چوکیدار :۔ نہیں ججور، کارتوس ہمارے پاس ہیں ہی نہیں۔
منیجر :۔ (تعجب سے) ہیں ہی نہیں! کیا بکتے ہو؟ کیا تمہیں کارتوس

رے کر نہیں دیئے گئے۔

چوکیدار نہیں جحور

منیجر کیوں نہیں لے کر دیئے گئے جحور!

چوکیدار :۔ کھجانچی بولا جحور۔ کھجانے میں تو پھوٹا کوڑی نہیں۔ کار توسوں کا کیا جرورت ہے۔

منیجر :۔ خزانچی بولا۔

چوکیدار :۔ جحور!

منیجر :۔ ہوں! ٹھیک ہے چوکیدار!

چوکیدار :۔ جحور!

منیجر :۔ میں سمجھتا تھا صرف اکاؤنٹنٹ کو بدلنا پڑے گا۔ آج معلوم ہوا کہ بینک کو فیل کرانے میں اکاؤنٹنٹ ہی کا نہیں خزانچی کا بھی ہاتھ ہے۔ چوکیدار!

چوکیدار :۔ جحور!

منیجر :۔ خزانچی کچھ اور بھی بولا تھا؟

چوکیدار :۔ ہم سے تو نہیں جحور! درگا داس سے کل بول رہا تھا کہ بڑا صاحب بنا پھرتا ہے۔ دھیلا پاس نہیں اور کھول بیٹھا ہے یہ بڑا بینک۔

منیجر :۔ ہوں! اور درگا داس نے آگے سے کیا جواب دیا۔؟

چوکیدار :۔ درگا داس بولا جحور، دو مہینے سے اُس کا تنکائی بچا رہے جحور۔ اگر اس مہینے بھی اس کا پگار نہیں ملا۔ تو وہ بینک کی لیجریں ردی میں بیچ دے گا جحور۔

منیجر (غصہ سے ہاتھ پر مکّہ مار کر)۔ بینک کی لیجریں ردی میں بیچ دیگا

گستاخ۔ نمک حرام !! دو ٹکے کے آدمی کی یہ جرأت۔ بابا کا مال سمجھ رکھا ہے جو بینک کی لیجریں ردّی میں...... چوکیدار!

چوکیدار :۔ جور!

منیجر :۔ تم دُرگا داس پر کڑی نظر رکھو۔

چوکیدار :۔ جور۔

منیجر :۔ اور اگر بینک کا ایک پن تک باہر گیا تو دُرگا داس کا تو جو میں حشر کروں گا وہ کروں گا ہی۔ تم اُس سے پہلے جیل کی ہوا کھاؤ گے۔

چوکیدار :۔ ہم تو جور کا گلام ہے جور۔ ہم کو کارتوس منگا دو۔ پھر دیکھو جور کس کا مجال ہے جو پاکٹ کی تلاشی دیئے بغیر بینک کے اندر یا باہر قدم رکھ سکے۔

منیجر :۔ شاباش! لیکن دیکھو ابھی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیئے ورنہ......

چوکیدار : تم بے فکر رہو جور! ہم جات کا رجپوت ہے (موچھوں کو تاؤ دیتا ہے)۔

منیجر :۔ ٹھیک ہے، تم اپنی جگہ چوکنے رہو۔ باقی سب میں سنبھال لوں گا۔

چوکیدار :۔ جور!

(جوتے بجا کر اور ہاتھ سے سلام کر کے جانے لگتا ہے)

منیجر :۔ اور دیکھو۔

چوکیدار :۔ جور۔

منیجر :۔ ذرا درگا داس کو بھیج دو۔

چوکیدار :- حجور!

(پھر جوتے بجا کر اور ہاتھ سے سلام کر کے جاتا ہے۔ شور پھر بلند ہوتا ہے ۔ درگا داس داخل ہوتا ہے۔)

دُرگاداس :- جی ساب!

منیجر :- درگاداس!

دُرگا :- جی ساب!

منیجر :- انٹرویو کے لئے جو لوگ آئے ہیں تم نے اُن کے نام اور پتے لئے ۔

درگا :- جی لئے ساب ۔ (جیب سے کاغذ کی پرچیاں نکال کر بڑھاتا ہے) یہ رہے ساب ۔ کل باون ہیں ساب ۔

منیجر :- (پرچیوں کو ترتیب وار جماتے ہوئے) ٹھیک ہے ۔ سب کا انٹرویو ہو گا ۔ آج ہی، اسی وقت ۔ تم باری باری سب کو اندر بھیجو ۔

دُرگا :- جی ساب

منیجر :- سنو، سب سے پہلے ترلوکی ناتھ بی اے کو بھیجو ۔

دُرگا :- جی ساب!

(درگا داس جاتا ہے ۔ منیجر اپنی کرسی پر بیٹھ جاتا ہے ۔ ترلوکی ناتھ داخل ہوتا ہے)

ترلوکی ناتھ :- (جھک کر) آداب عرض کرتا ہوں جناب!

منیجر :- آداب (کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) بیٹھئے ۔

ترلوکی ناتھ :- شکریہ (کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

**مینیجر** :۔ دیکھیے ہمارے یہاں اکاؤنٹنٹ ہی کی نہیں۔ خزانچی، سٹینو، بجر کیپر، گوڈاؤن کیپر، کلرک۔ چپراسی، ہر طرح کی آسامیاں خالی ہیں۔ آپ اپنے کو کس آسامی کے زیادہ قابل سمجھتے ہیں۔

**ترلوکی ناتھ** :۔ یوں تو جناب چپراسی کے علاوہ خاکسار خود کو تمام آسامیوں کے قابل سمجھتا ہے اور موقع ملنے پر آپ کی جگہ بھی کام کر سکتا ہے لیکن بہر دست اگر اکاؤنٹنٹ کی پوسٹ عنایت ہو جائے۔ تو......

**مینیجر** :۔ ضرور، ضرور، آپ کو بینکنگ کا تجربہ تو ہوگا۔

**ترلوکی ناتھ** :۔ جی ہاں سات سال کا تجربہ ہے جناب!

**مینیجر** :۔ بہت خوب۔ اس سے پہلے آپ کس بنک میں تھے۔؟

**ترلوکی ناتھ** :۔ بھگواڑہ انٹرنیشنل بنک میں تھا جناب!

**مینیجر** :۔ اسے آپ نے کیوں چھوڑ دیا۔ کیا تنخواہ کم ملتی تھی۔؟

**ترلوکی ناتھ** :۔ کم نہیں جناب، ملتی ہی نہیں تھی۔

**مینیجر** :۔ ہوں! اس سے پہلے کس بنک میں تھے؟

**ترلوکی ناتھ** :۔ اس سے پہلے بنک میں نہیں جناب میں جالندھر ٹلیفون ایکسچینج میں تھا۔

**مینیجر** :۔ تو اسے کیوں چھوڑ دیا ۔ کیا وہاں بھی تنخواہ نہیں ملتی تھی۔

**ترلوکی ناتھ** :۔ تنخواہ ہی نہیں، وہاں تو بونس بھی ملنے کی امید تھی جناب مگر کمپنی دیوالیہ ہو گئی۔

**مینیجر** :۔ ہوں! اس کے علاوہ آپ نے کہاں کہاں کام کیا ہے؟

**ترلوکی ناتھ** :۔ یہ پوچھیے جناب کہ کہاں کہاں نہیں کیا۔

**مینیجر** :۔ کافی تجربہ کار معلوم ہوتے ہیں۔

ترلوکی ناتھ :- آپ کی دُعا ہے۔
منیجر :- لیکن جہاں جہاں بھی آپ نے کام کیا ان بینکوں یا کمپنیوں کے دیوالے نکلنے کے علاوہ آپ کے وہاں سے چلے آنے کی کوئی اور وجہ بھی تھی۔
ترلوکی ناتھ :- اور کیا وجہ ہو سکتی ہے جناب!
منیجر :- خوب، بہت خوب۔ ترلوکی ناتھ جی!
ترلوکی ناتھ :- جناب!
منیجر :- آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔
ترلوکی ناتھ :- (تعجب سے) جی۔
منیجر :- جی ہاں! آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔
ترلوکی ناتھ :- میں خزانچی کا کام بھی کر سکتا ہوں جناب!
منیجر :- کیوں نہیں۔ اس صورت میں آپ کو بینک کا دیوالہ نکالنے میں زیادہ آسانی ہو سکتی ہے۔
ترلوکی ناتھ :- (تعجب سے) جی با!
منیجر :- آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔
ترلوکی ناتھ :- (اُٹھتے ہوئے) آداب عرض۔
منیجر :- آداب۔

(ترلوکی ناتھ جاتا ہے۔ منیجر ٹیبل بیل بجاتا ہے۔)

منیجر :- (زور سے) دُرگا داس۔
دُرگا :- (داخل ہوتے ہوئے) جی ساب!
منیجر :- دوسرے اُمیدوار کو بھیجو۔

**درگا :۔** جی ساب!

(درگا داس جاتا ہے اور سفید ریش بزرگ، موٹی سی چھڑی ٹیکتے، کانپتی ہوئی ٹانگوں سے داخل ہوتے ہیں)

**بڑے میاں :۔** (مریفیانہ آواز میں) اسلام علیکم۔

(چھڑی میز پر رکھ کر کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں)

**منیجر :۔** آیئے آیئے، تشریف لایئے۔

**بڑے میاں :۔** میں نے اخبار میں پڑھا..... ہوں..... ہوں.....

**منیجر :۔** جی ہاں ہمارے یہاں آسامیاں تو کئی ایک خالی ہیں لیکن آپ شاید..... آپ کی عمر.......

**بڑے میاں :۔** میں بیٹے....... ہوں..... ہوں..... دیکھنے میں بوڑھا ضرور نظر آتا ہوں۔ لیکن کام میرا دیکھو گے تو دنگ رہ جاؤ گے۔ ہوں..... ہوں..... کتنے روپوں کی آسامی ہے۔؟

**منیجر :۔** آسامی تو کچھ زیادہ روپوں کی نہیں ہے بڑے میاں۔ کل ملا کر ڈیڑھ دو سو بیٹھیں گے لیکن آپ.....

**بڑے میاں :۔** کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ اکیلی جان ہے میری۔ میرے لئے کافی ہیں — ہوں ..... ہوں..... نا خلف اولاد کا رونا ہے بیٹے ورنہ میری عمر کیا اب کام کرنے کی ہے۔ ہوں ..... ہوں.....

**منیجر :۔** یہی تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں بڑے میاں کہ آپ کی عمر.....

**بڑے میاں :۔** یوں میری عمر کچھ زیادہ بھی نہیں۔ صرف پانچ کم نوّے برس کا ہوں۔ یہ تو کمبخت کمر کے درد نے مار ڈالا۔ ورنہ تم جانو بیٹے

میری عمر کے لوگ آج بھی گھڑ سواری کرتے ہیں۔ ہوں.... ہوں.....

منیجر:۔ (بڑے میاں کے کانپتے ہوئے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے) لیکن آپ کے ہاتھ!

بڑے میاں:۔ ہاں ہاتھوں میں ایک ذرا رعشہ ہے.... تم جانو بیٹے اس عمر میں اولاد اگر دغا دے جائے تو.... ہوں.... ہوں.....

منیجر:۔ (بڑے میاں کی آنکھوں کی طرف دیکھتے ہوئے) اور اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو آپ کی آنکھوں سے بھی کچھ کم ہی......

بڑے میاں:۔ آنکھوں میں خلل نہیں ہے بیٹے۔ چند برس قبل ایک ذرا میری ہنسلی ہل گئی تھی اور تم جانو بیٹے.... ہوں.... ہوں..... جب ہنسلی ہل جائے تو اس کا اثر بینائی پر بھی پڑتا ہے.....ہوں..... ہوں......

منیجر:۔ اچھی بات ہے۔ آپ کو ڈاک کے ذریعے اطلاع دے دی جائے گی۔

بڑے میاں:۔ ڈاک کے ذریعے اطلاع دینے کی کیا ضرورت ہے بیٹے! ہمیں تمہارے یہاں آسامی ہے اور مجھے کام کرنا ہی ہے تو پھر ان تکلفات سے کیا فائدہ۔ ڈاک میں خواہ مخواہ پانچ نئے پیسے ضائع ہوں گے۔ زمانہ فضول خرچی کا نہیں ہے بیٹے اور پھر سمجھ دار لوگ..... ہوں...... آج کا کام کل پر نہیں چھوڑتے۔ اپنے چپراسی سے کہو لے جا کے مجھے کرسی پر بٹھا دے۔ بیکار وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل..... ہوں ......ہوں.......

(منیجر ٹیبل بیل بجاتا ہے درگا داس داخل ہوتا ہے)

منیجر:۔ درگا داس!

درگا :- جی ساب

منیجر :- دیکھو ـــ باہر دھوپ میں بڑے میاں کے لئے ایک کرسی ڈال دو اور بڑے آرام سے انہیں لے جا کر وہاں بٹھا دو۔ بزرگ آدمی ہیں زیادہ چل پھر نہیں سکتے۔

درگا :- جی ساب

منیجر :- اور دیکھو۔ لنچ ٹائم کے وقت انہیں ان کے گھر پہنچا آنا۔

بڑے میاں :- (چونک کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں) گھر پہنچا آنا ہیں تمہارا مطلب نہیں سمجھا بیٹے۔

منیجر :- مطلب یہ ہے بڑے میاں کہ یہ بینک ہے۔

بڑے میاں :- (غصے سے) تو کیا تم سمجھتے ہو میں یتیم خانہ سمجھ کر یہاں آیا ہوں۔

منیجر :- میں تو یہی سمجھتا ہوں بڑے میاں!

بڑے میاں :- تمہاری کھوپڑی کا پھیر ہے۔ تم کل کے لونڈے کھرے کھوٹے کی پہچان کیا جانو ـــ بولو، سو روپے دو گے۔؟

منیجر :- جی نہیں بڑے میاں!

بڑے میاں :- اسی پر فیصلہ کرتے ہو؟

منیجر :- عرض کیا نا بڑے میاں کہ ........

بڑے میاں :- اچھا، آخری اور ایک بات اچھا اس سے کم میں نہیں لونگا۔

منیجر :- درگا داس!

درگا :- جی ساب!

منیجر :- تم اپنا کام کرو ـــ بڑے میاں کو بحفاظت ......

ڈرگا۔ جی ساب۔ (بڑے میاں کا بازو تھام کر) چلئے مولانا......
بڑے میاں :۔ اماں یہ کیا بدتمیزی ہے ـــ میں پوچھتا ہوں یہ کہاں کا اخلاق ہے ـــ (دائیں ڈنگ کی طرف بڑھتے ہوئے) میری گردن میں کیوں ہاتھ دیتے ہو ـــ چھوڑ دو مجھ کو ـــ نہیں تو ہاتھ چھوڑ بیٹھونگا

(دونوں باہر چلے جاتے ہیں)

مینیجر (اطمینان کا سانس لیتے ہوئے) اوفوہ!

(ڈرگا داس واپس آتا ہے)

مینیجر :۔ رام دھین تیواری کو بلا ڈر
ڈرگا :۔ جی ساب!

(جاتا ہے۔ رام دھین تیواری داخل ہوتا ہے)

رام دھین تیواری :۔ نمسکار
مینیجر :۔ نمسکار آئیے۔ بیٹھیے۔
تیواری :۔ (کرسی پر بیٹھتے ہوئے) دھنیہ واد۔
مینیجر :۔ رام دھین تیواری جی۔ آپ کا نام۔
تیواری :۔ (تعجب سے) جی؟
مینیجر :۔ آپ کا نام
تیواری :۔ ابھی ابھی آپ کی زبان پر تھا مہاشے!
مینیجر :۔ (جھنجھلا کر) میں آپ سے آپ کا نام پوچھ رہا ہوں۔
تیواری :۔ نویدن کیا نا کہ ابھی ابھی آپ کی زبان پر تھا۔
مینیجر :۔ (بھڑک کر کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے سنبھلتے ہوئے) پھر وہی بڑے بدتمیز معلوم ہوتے ہیں آپ۔ میں آپ سے آپ کا نام پوچھ

رہا ہوں اور آپ آگے سے مسخری کر رہے ہیں۔

منیجر:۔ مسخری تو آپ کر رہے ہیں جناب۔

(منیجر زور سے ٹیبل بیل بجاتا ہے)

منیجر:۔ (چلا کر) درگا داس! ابے او درگا داس۔

درگا:۔ (تیزی سے داخل ہو کر) جی ساب!

منیجر:۔ اس شخص کو دھکے دے کر میرے کمرے سے باہر نکال دو۔

تیواری:۔ اس شخص کو ہی نہیں، میں آپ کو بھی چیلنج کرتا ہوں کہ آپ مجھے ہاتھ لگائیے اور پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔؟

منیجر:۔ کیا ہوتا ہے؟

تیواری:۔ وہی جو ہونا چاہیئے۔

منیجر:۔ کیا ہونا چاہیئے؟

تیواری:۔ جو ہوگا۔

منیجر:۔ شٹ اپ۔

تیواری:۔ (کھڑے ہوتے ہوئے) یو شٹ اپ۔

منیجر:۔ گیٹ آؤٹ۔

تیواری:۔ یو گیٹ آؤٹ۔

منیجر:۔ (کھڑے ہو کر) گیٹ آؤٹ، آئی سے گیٹ آؤٹ۔

(درگا داس تیواری کے آگے ہاتھ جوڑ کر اپنے ساتھ باہر لے جاتا ہے)

منیجر:۔ بد دماغ، بدتمیز، بد زبان، ہونہہ!

(درگا داس واپس آتا ہے)

منیجر:۔ وہ احمق کا بچہ گیا یا میں پولیس کو......

درگا :۔ جی چلا گیا ساب!
منیجر :۔ ابھی اور کتنے امیدوار باقی ہیں؟
درگا :۔ ابھی تو صرف تین بھگتے ہیں ساب۔ اُنچاس ابھی باقی ہیں۔
منیجر :۔ (ٹھنڈا سانس لے کر) اُنچاس ابھی باقی ہیں، خیر کوئی بات نہیں میں آج پورا معاملہ ادھر یا ادھر کرکے رہوں گا۔ مجھے تم ایسے نمکحراموں کی قطعی ضرورت نہیں۔
دُرگا :۔ کیا فرمایا ساب!
منیجر :۔ ہاں، ہاں مجھے تم ایسے نمکحراموں کی ضرورت نہیں جس تھالی میں کھاتے ہو اسی میں چھید کرتے شرم نہیں آتی۔
دُرگا :۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا ساب!
منیجر :۔ تم نے آج تک میری کسی بات کا مطلب سمجھا بھی ہے درگا داس! لیکن اب مجھے تم لوگوں کو سمجھنے سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے تم لوگوں کی مدد کی۔ لیکن اب پانی سر سے گذر چکا ہے
دُرگا :۔ جی میں آپ کا مطلب.....
منیجر :۔ مطلب بالکل صاف ہے درگا داس کہ اس ایجنسی کو تمہاری ضرورت نہیں۔ میں آج ہی تمہاری جگہ دوسرا آدمی رکھنے والا ہوں۔
درگا :۔ (گڑگڑا کر) لیکن میرا کوئی قصور ساب۔
منیجر :۔ (طنزاً) نہیں، نہیں۔ حضور کیوں کوئی قصور فرمانے لگے۔ قصور تو سب میرا ہے۔ جو سب کچھ جانتے ہوئے آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے ہوں۔ لیکن ایک بات تمہیں بتا دوں درگا داس!
درگا :۔ جی ساب!

منیجر :۔ تمہارے لئے بینک کی لیجریں بیچنا اتنا آسان نہیں جتنا میرے لیے تمہیں کھڑے کھڑے پولس کے حوالے کر دینا۔

دُرگا :۔ (خوف زدہ ہو کر) پولس کے حوالے! میں کچھ نہیں سمجھا ساب!

منیجر :۔ جی ہاں، وہ تو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ سمجھنے کی کوئی بات نہ آج تک تم نے سمجھی نہ آئندہ سمجھو گے۔ کیا تم نے خزانچی جی سے یہ نہیں کہا کہ تم بینک کی لیجریں ردّی میں بیچ دو گے؟

دُرگا :۔ (خاموش ہے)

منیجر :۔ بولو، بولتے کیوں نہیں۔

دُرگا :۔ نہیں شاب۔ میں نے نہیں کہا۔

منیجر :۔ تو اور کس نے کہا تھا؟

دُرگا :۔ (خاموش ہے)

منیجر :۔ میں پوچھتا ہوں، کس نے کہا تھا کہ بینک کی لیجریں ردّی میں....

دُرگا :۔ بابو رگھونندن نے کہا تھا ساب!

منیجر :۔ بابو رگھونندن نے۔؟ سچ کہتے ہو کہ بابو رگھونندن نے ہی بینک کی لیجریں ردّی میں بیچنے کو کہا تھا۔

دُرگا :۔ جی ساب!

منیجر :۔ ٹھیک ہے۔ بابو رگھونندن کو بلاؤ۔

دُرگا :۔ جی ساب!

(جانے لگتا ہے)

منیجر :۔ ٹھہرو!

دُرگا :۔ (رُک جاتا ہے)

منیجر :- رگھونندن کو بلانے کی ضرورت نہیں - اب میرے پاس بینک کے
کسی ملازم کو بلانے کی ضرورت نہیں - میں خود براہ راست اُن کی
خدمت میں حاضر ہوں گا اور باری باری سب کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہوں
گا کہ مجھے بخشئے - مجھ پر میری آنے والی نسلوں پر کرم فرمایئے اور میرے یہاں
سے چلتے پھرتے نظر آیئے -

دُرگا :- میرے لئے کیا حکم ہے ساب !

منیجر :- میرا خیال ہے تمہیں پہلی تک بھی انتظار کرنے کی ضرورت نہیں - تم
آج ہی سے چھٹی کر سکتے ہو -

دُرگا (تلملا کر) اچھا ساب ! نہیں آؤں گا کل سے - آپ میرا حساب کر دیجئے

منیجر :- حساب ! کیسا حساب ؟

دُرگا :- تین مہینے کی تنخواہ کا حساب !

منیجر :- اوہو ! تو یہ بات ہے - حضور کو تین مہینے کی تنخواہ چاہیئے -
اور حضور فرماتے تھے کہ حضور نے نہیں بابو رگھونندن نے بینک کی منیجری
ردّی میں بیچنے کو کہا تھا -

دُرگا :- جی نہیں ! میں نے ہی کہا تھا -

منیجر :- شاباش ! مجھے تم سے یہی امید تھی - اور رگھونندن نے کیا کہا تھا

دُرگا :- بابو رگھونندن نے جو بھی کہا ہو - آپ میری تین مہینے کی تنخواہ .....

منیجر :- پھر بھی کچھ تو پتہ چلے کہ آخر بابو رگھونندن لال اپنی تین مہینے
کی تنخواہ وصول کرنے کے لئے کون سا حربہ استعمال فرمانے والے
ہیں - کیا کہا تھا - بابو رگھونندن نے .....؟

دُرگا :- بابو رگھونندن نے کہا تھا کہ بہت ہو چکا - بہت گڑگڑا لئے

اب اگر گھی سیدھی انگلیوں نہیں نکلے گا تو ......

**منیجر** :۔ تو وہ ٹیڑھی انگلیوں سے نکالیں گے۔ سچ پوچھو تو میرا ہے میمیا میری بے عزتی کریں گے۔ اور اگر ضرورت پڑی اور اُن کے خیال میں ضرور ضرورت پڑے گی تو وہ میرے کپڑے تک اُتروالیں گے۔ یہی کہا تھا نا!

**درگا** :۔ جی ساب!

**منیجر** :۔ جی ساب! جی ساب!! مذاق سمجھ رکھا ہے۔ بابا کا راج ہے نا۔ نمک حرام پاجی بے شرم، ......

**درگا** :۔ گالی دینے کی ضرورت نہیں ساب۔

**منیجر** :۔ وہ تو میں جانتا ہوں بزرگوار کہ گالی دینے کی نہیں تنخواہ دینے کی ضرورت ہے اور حضور کو تنخواہ ملے گی۔

**درگا** :۔ کب ملے گی۔

**منیجر** :۔ جب ہوگی۔

**درگا** :۔ کب ہوگی؟

(یکایک کوارٹرز کا شور ایک دم اُبھرتا ہے۔ دونوں بوکھلا کر خاموش ہو جاتے ہیں) ایک الٹرا ماڈرن نوجوان عورت داخل ہوتی ہے)

**عورت** :۔ (قریب آکر) گڈ مارننگ سر!

**منیجر** :۔ گڈ مارننگ، آیئے، بیٹھئے۔ درگا داس تم ذرا باہر ......

(درگا داس باہر جاتا ہے)

**عورت** :۔ (بیٹھتے ہوئے اور میز پر اپنا پرس رکھتے ہوئے) تھینک یو۔

**منیجر** :۔ (بیٹھتے ہوئے) فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟

**عورت** :۔ آپ کے بینک میں ڈریسنگ روم ہے نا؟

منیجر :۔ (تعجب سے) ڈریسنگ روم! جی، جی ہاں!! وہ باہر دائیں ہاتھ۔ نکڑ میں۔ کیا چپراسی کو بلواؤں ......؟

عورت :۔ نہیں اس وقت تو ضرورت نہیں! اور زنانہ غسل خانہ؟

منیجر :۔ زنانہ غسل خانہ؟ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا محترمہ۔

عورت :۔ مطلب یہ ہے منیجر صاحب کہ ڈریسنگ روم اور زنانہ غسل خانہ کے بغیر شاید میں آپ کے ہاں ملازمت نہ کر سکوں۔

منیجر :۔ او، تو آپ ملازمت کے سلسلے میں آئی ہیں۔؟

عورت :۔ جی ہاں، میرا ارادہ آئندہ عملی کر ریاست میں حصہ لینے کا ہے اس سے پہلے میں ہر چیز کا عملی تجربہ کرنا چاہتی ہوں —— ہاں تو زنانہ غسل خانہ نہیں ہے آپ کے یہاں؟۔

منیجر :۔ دیکھئے محترمہ اوّل تو مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ یہ بینک ہے کوئی تجربہ گاہ نہیں ہے۔ دوسری بات جو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ زنانہ تو زنانہ اس بینک میں مردانہ غسل خانہ بھی نہیں۔

عورت :۔ دیری سٹرینج۔!

منیجر :۔ اور آخری اور بنیادی بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں عورتوں کو ملازمت رکھنے کا دستور نہیں ہے۔

عورت (تعجب سے) دستور نہیں! اس بیسویں صدی میں جبکہ دنیا کے تمام دستور بدل چکے ہیں یا بدل رہے ہیں۔ آپ کے یہاں عورتوں کو ملازم رکھنے کا دستور نہیں۔ آپ کو یہ دستور بدلنا ہوگا۔ عورت کو اس کے جائز حقوق دینے ہوں گے۔ وہ زمانہ لد گیا۔ جب عورتیں گھروں

بس چولہے جھونکتی تھیں اور بچے جنتی تھیں اور......

منیجر :۔ گستاخی معاف ہو محترمہ کیا اب انہوں نے بچے جننے کا پروگرام ترک کر دیا ہے۔ دیکھیے زیادہ بحث کی ضرورت نہیں مجھے ابھی درجنوں امیدواروں سے انٹرویو کرنا ہے۔

عورت :۔ اور مجھے آپ کیا سمجھتے ہیں ؟ میں اُمیدوار نہیں ؟ میں اس ملازمت کے قابل نہیں۔ جس کا آپ نے اشتہار دیا ہے۔ میں آپ پر واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ سیاست میں حصّہ لیتے ہی سب سے پہلا کام جو میں کرونگی وہ......

منیجر :۔ اُس وقت جو آپ کریں گی وہ تو کریں گی ہی۔ لیکن اِس وقت مجھ پر اتنی مہربانی کیجئے کہ......

عورت :۔ کہ آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ کروں۔

منیجر :۔ جی !

عورت :۔ اور میں نے جو اپنا وقت ضائع کیا ہے۔ اس کا آپ کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

منیجر :۔ آپ ملازمت کے ارادے سے تشریف لائی ہیں محترمہ یا لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہونے کے لیے ؟

عورت :۔ دونوں کے لیے۔

منیجر :۔ تو آپ کی خدمتِ اقدس میں گزارش ہے کہ بیک وقت دونوں باتیں ناممکن ہیں۔

عورت :۔ کیوں ناممکن ہے۔ اِس ایٹمی زمانہ میں کون سی ایسی بات ہے جو ناممکن ہے۔ آخر ایک عورت اور ایک مرد میں کیا فرق ہے کہ......

منیجر :۔ اگر آپ مزید لیکچر نہ دینے کا وعدہ فرمائیں محترمہ تو میں عرض کروں۔
عورت :۔ فرمائیے ۔
منیجر :۔ ایک عورت اور ایک مرد میں وہی فرق ہے جو زنانہ غسل خانے
اور مردانہ غسلخانہ میں.....
عورت :۔ نان سنس ۔
(جلدی سے اٹھ کر اور میز پر سے اپنا پرس جھپٹ کر تیزی سے باہر
نکل جاتی ہے ۔)
منیجر :۔ اوہ ۔ یہ آٹر دیو ہو رہا ہے یا امریکن فری اسٹائل کشتیاں
کیسے کیسے خرد ماغوں سے واسطہ پڑتا ہے ۔
(مارواڑی لباس میں سیٹھ جورو رام نپے تلے قدم اٹھاتا عینک
درست کرتا اور عینک کے اوپر سے دائیں بائیں جھانکتا ہوا داخل
ہوتا ہے اور آ کر بلا اجازت کرسی پر بیٹھ جاتا ہے ۔)
سیٹھ :۔ جے رام جی منیجر شاپ !
منیجر :۔ جے رام جی کی ! فرمائیے آپ کس نیتجے سے دار کرنا پسند فرمائینگے
سیٹھ :۔ اچی مہار کر سکا بیر مانا چھے ۔ پھر ہانا تو تو کو چھے منیجر ۔ پھر مادھ
کا شو دینے ہوسٹیکرٹے پر ہے ۔
منیجر :۔ سود ! کیسا سود ؟ دیکھئے خواب میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں
زیادہ جھک جھک نہیں کر سکتا ۔ آپ کو جو کچھ فرمانا ہو صاف صاف اور
زیادہ سے زیادہ دو منٹ میں فرما دیجئے ۔ آپ کا نام ؟
سیٹھ :۔ مہار نام سیٹھ جورو رام ۔
منیجر :۔ اچھا تو جورو رام جی آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں ؟ ۔

سیٹھ :- کاٹھیاواڑ شُوں ۔
منیجر :- کاٹھیاواڑ سے ۔۔۔ اتنی دور سے آپ ایک معمولی سی......
سیٹھ :- بزنش بزنش ہے منیجر۔ کاٹھیاواڑ شوں دلی تو کا ہار چین جاپان جا شکوں۔
منیجر :- بزنس! کیسا بزنس۔ میں پھر آپ سے عرض کروں گا کہ پہیلیاں نہ بجھوائیے۔ صاف صاف بتائیے کیا چاہتے ہیں آپ؟
سیٹھ :- ہمار کو چار روپے شینکڑہ شُود دلواؤ۔
منیجر :- چار روپے سینکڑہ سود۔ لیکن کس بات کا سود ۔۔۔ اوہ (آواز بدل جاتی ہے) آپ بنک میں روپیہ جمع کرانے تو نہیں آئے
سیٹھ :- اور کا ہار نکلوانے آئے شُوں، منیجر! ہمار کوئی لمبو چوڑ بزنش نا ہیں چو! ادھر بنک میں روپیہ ڈالو اُدھر نکالو۔ بش جو پڑ گیو شُد پڑ گیو۔ ہمار کو تو شُود سے گرج ہووے۔ بولو' دلواؤ ہو چار روپے شینکڑ و۔
منیجر :- آپ کو کتنا روپیہ جمع کرنا ہے سیٹھ جی۔
سیٹھ :- اِتن کا بات بعد ماں ہوئگا۔ شُود کی بات کرو۔
منیجر :- لیکن سود کی بات تو اصل پر ہوتی ہے سیٹھ جی۔ آپ اصل بتائیے۔
سیٹھ :- ہمارے یہاں اشل کی بات بعد ماں ہووے۔ بولو دلواؤ ہو چار روپے شیکڑو۔
منیجر :- پونے چار رکھئے سیٹھ جی۔ یوں دستور ہمارے یہاں ساڑھے تین فی صدی کا ہے۔
سیٹھ :- ایک بات بولوں۔

منیجر :۔ فرمایئے۔
سیٹھ :۔ نہ تمہارے کتنے کھاتو، نہ تمہارے کتنے کھاتو۔ تین روپے چودہ آنے شیکڑو۔
منیجر :۔ چلیے ٹھیک ہے۔ لیکن یہ تو بتایئے۔ کتنا روپیہ جمع کرا رہے ہیں آپ
سیٹھ :۔ آں یہ ہوئی نا بات (کوٹ کی جیب سے ایک کاغذ نکال کر دیتا ہے)
ایہہ لو۔
منیجر :۔ (کاغذ لے کر ہونٹوں ہی ہونٹوں میں تعجب سے) ساٹھ ہزار کا ڈرافٹ
سیٹھ :۔ (ایک اور کاغذ نکال کر دیتے ہوئے) اور ایہہ۔
منیجر :۔ (لیتے ہوئے تعجب سے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں) نوّے ہزار کا ڈرافٹ
(بڑی بے تابی سے گھنٹی بجاتا ہے)
منیجر :۔ درگا داس! اجی او درگا داس!
(درگا داس داخل ہوتا ہے)
درگا :۔ جی ساب
منیجر :۔ سیٹھ جی کے لیے لیمن لاؤ۔
سیٹھ :۔ نائیں ہم لیمن نائیں پیوڑ۔
منیجر :۔ تو کوکا کولا سیٹھ جی؟
سیٹھ :۔ نہیں ہم کوکا کولا بھی نائیں پیوڑ۔
منیجر :۔ تو جو آپ فرمائیں۔
سیٹھ :۔ (ایک اور کاغذ نکال کر دیتے ہوئے) ایہہ......
منیجر :۔ (لیتے ہوئے تعجب سے ہونٹوں ہی ہونٹوں میں) پچاس ہزار کا ڈرافٹ
سیٹھ جی، بتایئے نا کیا پئیں گے آپ؟

سیٹھ :۔ (ایک اور کاغذ نکال کر دیتے ہوئے) ایہہ......

منیجر :۔ (اسی طرح ہونٹوں ہی ہونٹوں میں) تیس ہزار کا ڈرافٹ ـــ درگا!

درگا :۔ جی ساب!

منیجر :۔ اکاؤنٹنٹ صاحب کو بلاؤ ـــ جلدی سے اکاؤنٹنٹ صاحب کو بلاؤ۔

درگا :۔ جی ساب!

(جاتا ہے)

سیٹھ :۔ (ایک اور کاغذ نکالتے ہوئے) ایہہ.....

منیجر :۔ (بالکل بوکھلا کر ہونٹوں ہی ہونٹوں میں) ایک لاکھ بیس ہزار کا ڈرافٹ ہے!

(اکاؤنٹنٹ داخل ہوتا ہے)

اکاؤنٹنٹ :۔ جی فرمایئے!

منیجر :۔ آیئے! آیئے ـــ بیٹھئے۔

(اکاؤنٹنٹ تعجب سے منیجر کو دیکھتا ہوا بیٹھ جاتا ہے)

منیجر :۔ یہ ہمارے اکاؤنٹنٹ صاحب ہیں سیٹھ جی!

سیٹھ :۔ (اکاؤنٹنٹ کی طرف دیکھتے ہوئے) جے رام جی کو۔

اکاؤنٹنٹ :۔ جے رام جی کی۔

منیجر :۔ پورا بینک انہی کے سہارے چل رہا ہے سیٹھ جی۔ حساب کتاب میں تو مثال نہیں آپ کی۔

سیٹھ :۔ اچھو! اچھو!

منیجر :۔ اور سیٹھ جی۔ کچھ ایسا ویسا نہیں لندن سے اکاؤنٹ سیکھ کر

آئے ہیں آپ۔

سیٹھ :- اچھو! اچھو!!

منیجر :- اور آپ ہیں اکاؤنٹنٹ صاحب! سیٹھ جورو رام جی ککا بھیاوار کے کروڑپتی سیٹھ۔

سیٹھ :- کروڑپتی کا شوں منیجر۔ ہمار تو گریب آدمی چھے۔ منیجر!

منیجر :- جی سیٹھ جی!

سیٹھ :- بینک کو کوئی اور شاخا بھی چھے۔؟

منیجر :- دنیا کے کونے کونے میں بینک کی شاخیں ہیں سیٹھ جی۔ ایک ڈربن میں نہیں تھی سو ہمارے اکاؤنٹنٹ صاحب پرسوں اس کا انتظام آئے ہیں انا گریشن۔ آئی ہیں اُدگھاٹن کرنے ہوائی جہاز سے جارہے ہیں ۔۔!

سیٹھ :- اچھو! اچھو!!

منیجر :- اور سیٹھ جی اسٹیٹ بنک کے بعد یہ آپ ہی کا بینک ہے جس کے خزانچی پیسے کو سونگھ کر گن سکتے ہیں۔ ایسی قدرت پائی ہے سیٹھ جی کہ آپ سے کیا عرض کروں۔

سیٹھ :- اچھو! اچھو!!

منیجر :- اور تو اور ہمارے بینک کے چپراسیوں تک کو بینک کے ہر کام میں پوری پوری مہارت حاصل ہے۔

سیٹھ :- اچھو! اچھو! کل کتنا روپیہ ہوا منیجر؟

منیجر :- (ڈرافٹ اکاؤنٹنٹ کو دیتے ہوئے) لیجئے اکاؤنٹنٹ صاحب۔ بتائیے سیٹھ جی کو۔

اکاؤنٹنٹ :۔ (گنتے ہوئے) جی، یہ، ایک، دو ـــ کل تین لاکھ پچاس ہزار
سیٹھ :۔ بس آج اِتو ہی۔
منیجر :۔ کوئی بات نہیں سیٹھ جی ـــ کوئی بات نہیں۔
سیٹھ :۔ مہار شودہر شالی مہار گھر پہنچ جاشوں۔
منیجر :۔ آپ فکر نہ کریں سیٹھ جی اب تو یہ آپ ہی کا بینک ہے۔ آپ کی بدولت......

(بیک گراؤنڈ کا شور ایک دم تیز تر ہو جاتا ہے۔ تینوں چونکتے ہیں)

منیجر :۔ (غصے سے) دیکھئے اکاؤنٹنٹ صاحب! باہر جو ہجوم روپیہ جمع کرانے آیا ہے۔ اس قدر شور کیوں مچا رہا ہے۔ کیا انہیں کوئی دوسرا بینک نہیں ملتا۔
اکاؤنٹنٹ :۔ (اٹھتے ہوئے) جی میں ابھی بند کراتا ہوں۔

(جانے کے لئے مڑتا ہے)

منیجر :۔ اور سنئے سیٹھ جی کی پاس بُک بھی بنا دیجئے۔
اکاؤنٹنٹ :۔ جی ہاں!
منیجر :۔ اور سیٹھ جی کے لئے ـــ بتایا نہیں سیٹھ جی کیا پئیں گے آپ ہی چائے پیجئے گا۔
سیٹھ :۔ نائیں مہار چائے کو نا ہیں پیوؤں۔
منیجر :۔ تو پھر کیا منگوایا جائے آپ کے لئے؟
سیٹھ :۔ مہار کو تو ایک بیڑی منگا دو بس!
منیجر :۔ (اکاؤنٹنٹ سے مخاطب ہو کر جو ابھی تک کھڑا ہے) ذرا دربان کا داس کو بھیج دیجئے۔

(اکاؤنٹنٹ جاتا ہے درگا داس داخل ہوتا ہے)

درگا :۔ جی ساب!
منیجر :۔ دیکھو باہر سے ہمارا نام لے کر کریون اے سگرٹوں کا ایک ڈبہ لاؤ۔
سیٹھ :۔ نائیں مہار سگریٹ کو نائیں چھوؤں۔
منیجر :۔ تو سنو، ایک ڈبہ سگاروں کا لے آؤ۔ ذرا تازہ مال ہو۔
سیٹھ :۔ نائیں نائیں، بیڑی لاؤ۔ اصلی تمباکو کی بیڑی۔
درگا :۔ جی وہ تو میرے پاس بھی ہے۔
سیٹھ :۔ تو لاؤ۔
درگا :۔ (جیب سے بیڑی اور ماچس نکال کر دیتا ہے)
سیٹھ :۔ (بیڑی سلگا کر ماچس میز پر رکھتے ہوئے لمبے لمبے کش لیتا ہے۔ پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے) ہا۔ ہا۔ اچھو، اچھو۔ منیجر! اچھو
منیجر :۔ جے رام جی کی سیٹھ جی۔

(سیٹھ جاتا ہے)

منیجر :۔ درگا داس۔
درگا :۔ جی ساب۔
منیجر :۔ ایک بیڑی مجھے بھی پلاؤ۔
درگا :۔ (تعجب سے) جی!
منیجر :۔ ہاں ہاں ایک بیڑی مجھے بھی پلاؤ۔
درگا :۔ جی میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔
منیجر :۔ اماں بیڑی پلاؤ، مطلب بعد میں سمجھتے رہنا۔
درگا :۔ (بیڑی نکال کر دیتا ہے) جی!

منیجر :- (بیڑی سلگاتے ہوئے) اور سُنو!

درگا :- جی ساب!

منیجر :- باہر جتنے اُمیدوار انٹرویو کے لئے بیٹھے، کھڑے یا لیٹے ہوئے ہیں۔ ان سب سے جاکر کہدو انھیں پھر کسی وقت بلایا جائے گا ابھی صاحب کو فرصت نہیں۔

درگا :- (تعجّب سے) جی؟

منیجر :- (الفاظ کھینچ کر) جی ہاں درگاداس جی!

(درگاداس جاتا ہے۔ منیجر بڑے اطمینان سے بیڑی کے کش لگاتا ہے)

(پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے)

# سگائی کی چائے

## کردار

| | |
|---|---|
| ساوتری | جگل کی بہن |
| جگل کشور | ساوتری کا بھائی |
| اُوشا | ساوتری کی سہیلی |
| موہن | ملازم |

(ساوتری بیٹھی کشیدہ کاری کر رہی ہے کہ جگل دروازہ کھول کر اندر آتا ہے)

جگل کشور:۔ اُف، ف، ف، بلا کی گرمی ہے۔ توبہ!

ساوتری:۔ آپ آ گئے جگ بھیا۔ میں کب سے بیٹھی آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ اس چلچلاتی دھوپ میں کہاں چلے گئے تھے آپ آیئے ادھر پنکھے تلے آیئے۔

جگل:۔ ہوں! آج پھر ہمارا انتظار ہو رہا ہے خدا خیر کرے۔

ساوتری:۔ اوہ آپ تو پسینے میں نہا رہے ہیں۔ کمبخت گرمی سی گرمی ہے

جگل:۔ تالو تڑخ گیا ہے ـــ میں کہتا ہوں ایسی گرمی دوزخ میں بھی نہ ہوگی۔ کناٹ سرکس سے پیدل آ رہا ہوں۔ ذرا اپنا تاپ کے ہاں گیا تھا۔ آتے میں سائیکل پنکچر ہو گیا۔۔۔۔۔۔

ساوتری:۔ کیوں گئے تھے آپ خواہ مخواہ۔۔۔۔۔۔

جگل:۔ یہ میری پیٹھ دیکھو۔ معلوم ہوتا ہے پسینہ نہیں، کھٹمل پیٹھ پر رینگ رہے ہیں۔۔ میں کہتا ہوں یہ پرتاپ بھی عجیب گھن چکر ہے۔ بھلا کوئی پوچھے کہ صاحبزادے سگائی تو ہوئی ہے میری اور پارٹی دے رہے ہو تم۔ یہ کس عقلمندی کی علامت ہے۔ یہ کوئی پیرس یا نیویارک نہیں کہ پارٹی دینے والا دلہن لے اُڑے (ہنستا ہے)

ساوتری:۔ ایسا تو کبھی نہیں سُنا۔

جگل :۔ اور سنو ۔ کچھ ایسی ویسی نہیں ۔ خوب ٹھاٹ کی دعوت تھی ڈیڑھ دو سو سے کیا کم اُٹھا ہوگا

ساوتری :۔ عجب تماشہ ہے ۔ اچھا یہ سب تو ہوا اب یہ بتایئے کہ موہن کو آپ نے کہیں باہر بھیجا ہے ۔ صبح سے کہیں دکھائی نہیں دیا ۔ میں کہتی ہوں آپ نے اسے خواہ مخواہ سر پر چڑھا رکھا ہے کیا مجال جو پیروں پہ پانی پڑنے دے ۔ جب بھی پوچھو ۔ کہ موہن بتا کہاں جا کے مر گیا تھا تو یا تو سنی ان سنی کر دے یا پھر تنک کر کہے گا ۔ چھوٹے صاحب نے بھیجا تھا ۔ آپ اسے کہیں بھیجیں ۔ یا وہ کسی پنواڑی کی دوکان پہ بیٹھا بیڑیاں پھونکتا رہے ۔ یہ بہانہ اسے خوب ہاتھ لگا ہے ۔ دیکھئے آخر یہ کہاں کا طریقہ ہے کہ گھر والے تو گھنٹوں اس کی راہ میں آنکھیں لگائے بیٹھے رہیں کہ حضور کب تشریف لائیں ۔ اور کب ۔ سر جلا آج آئے ، پتاجی سے کہہ کر سڑک پہ نہ ڈلوایا تو میرا نام بھی ...... یہ تو وہ بات ہوئی ، ہونہہ ۔

جگل :۔ ارے رے کیوں خواہ مخواہ الٹا رہ ہو رہی ہو آتے تو صبح ماتا جی لے میرے سامنے ٹوکری دے کے پتا جی کے یہاں بھیجا تھا ۔ آتا ہی ہوگا ۔ چار میل سے کم کا راستہ نہیں ۔ اس پہ اس قدر گرمی ، اُبل جائیگا بے چارا ۔

ساوتری :۔ ہاں ہاں جی بھر تے ہی تو ہو جائے گا ۔ آپ ہی نے اسے منہ لگا رکھا ہے ۔ یہی دیکھئے آپ اس برستی آگ میں ہو ہو کرتے آئے ہیں نہ برف نہ شربت ۔ ٹھنڈے پانی تک کا ٹھکانا نہیں ۔ بھلا ایسے میں کوئی مہمان آجائے تو ۔

جگل :- ایسے ہیں کوئی سمجھ بوجھ رکھنے والا مہمان تو آنے سے رہا۔ یہ وقت مہمانی، میزبانی کا ہے۔؟

ساوتری :- دیکھئے بدقسمتی سے آج میں اپنی ایک سہیلی کو چائے پر بلا بیٹھی ہوں۔ گھر میں ڈبل روٹی تک نہیں ہے۔ ذرا پاس کے ہوٹل سے کچھ ٹکڑے پیسٹری کے تو لا دیجئے۔ بڑا احسان ہوگا، موا موہن یہاں ہوتا آپ کو تکلیف نہ دیتی۔

جگل :- ہوں، نکلی نہ وہی بات۔ میں تو آتے ہی سمجھ گیا تھا کہ میرے لئے تمہارا انتظار...... نہ بھئی، مجھ سے نہ ہوگا۔ تمہاری سہیلیوں کی خاطر میں اپنے آپ کو آگ میں نہیں جھونک سکتا۔ سکال ہے، تمہاری سہیلیاں تو میرے لئے وبالِ جان ہوگئیں۔ اس دن جانے کون گھسیا دن آپڑی جو حکم صادر ہوا۔ جگل بھیا! آج تو گول گپے کھانے کو جی چاہتا ہے کہیں سے گول گپے والے کو ڈھونڈ لایئے۔ تمہارا کیا بگڑتا ہے۔ تمہاری تو صرف زبان ہلتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں یہ کنواری بالیاں کیوں گھر گھر گھومتی پھرتی ہیں۔ اس پہ لطف یہ کہ فلاں رائے صاحب کی نواسی ہے۔ فلاں رانا صاحب آپ کے دادا تھے۔ ہونہہ! آخر میرے بھی تو دوست آتے ہیں۔ کبھی کسی نے بھولے منہ سے پانی تک نہیں مانگا۔ پھر دیکھتا ہوں تمہاری سہیلیوں کی دلی خواہشیں کچھ یہیں آکر زور پکڑتی ہیں۔ پکوڑے، آلو چھولے، آم پاپڑ، گول گپے۔ ہونہہ کیا الابلا کھاتی ہیں۔

ساوتری :- جگل بھیا وعدہ لے لو، پھر کبھی آپ کو تکلیف نہ دوں گی۔ قسم لے لو ...... بات اصل میں یوں ہوئی کہ کل نہ جانے مجھے کیا سوجھی کہ میں

نے اوشا کو آج شام کی چائے یہیں پینے کو کہہ دیا۔ وہ تو پوچھتی ہی رہی کہ یہ آخر یہ دعوت کس سلسلے میں کی جا رہی ہے پر میں نے نہیں بتایا۔ میں اسے آج بتانا چاہتی ہوں کہ پرسوں جگل بھیا کی سگائی ہوئی ہے کچھ اسی لئے۔ ذرا مزا رہے گا اسے سگائی کا ابھی پتہ نہیں۔

جگل :۔ اوشا ! اوشا آ رہی ہے ' ایں' ہشت۔ یونہی بک رہی ہو سچ پوچھو تو بہن ساوتری مجھے تمہاری تمام سہیلیوں میں ایک اوشا ہی کچھ ڈھنگ کی لڑکی نظر آتی ہے۔ بات چیت کا انداز۔ پہناوے کا سلیقہ بھی تو آخر کوئی چیز ہے لیکن تم نے اُسے بلالیا ہے۔ اچھا تو تم اُسے بیوقوف بنانا چاہتی ہو۔ لیکن جناب وہ تو بس ایک ہے۔

ساوتری :۔ ایک ہی کیا — ہونہہ — یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا بیچاری نے تو کبھی آپ کے سامنے نظر تک نہیں اٹھائی۔ بڑی شرمیلی ہے بالکل آپ کی دلہن کی طرح — بھیا اس دن جب میں اور ماتا جی دلہن دیکھنے گئیں تو شروع سے آخر تک جیتی کی گڑیا سی وہ گم سم بیٹھی رہی۔ میں نے تو کئی بار چھیڑا ، جھنجھوڑا۔ پر کیا مجال — بڑی پیاری ہے — آپ دیکھیں گے تو — میں کہتی ہوں۔ ذرا اس گھر میں اس کا قدم پڑنے کی دیر ہے۔ میری تو کوئی بات آپ مانتے نہیں۔ آنکھ کے ایک اشارے سے اس نے یوں تیر نہ کر دیا تو......

جگل :۔ اچھا بھئی۔ تیر کرے چاہے کمان جو ہوگا دیکھا جائے گا لیکن دیکھو میں تمہیں ایک بات بتاؤں۔ یہ سگائی کی بات تم آج بھی اوشا کو نہ بتاؤ۔ پھر دیکھنا کیا لطف آتا ہے — میں نے خود کئی بار ایسی باتوں سے بڑے بڑے بقراطوں کے چھکّے چھڑا دیئے ہیں۔

ساوتری :۔ بس کچھ بھی نہیں ۔۔۔ بھلا اس سے کیا ہوگا ۔
جگل :۔ یہی تو ، یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ تم نہ سمجھو گی ۔ ہر بات اصل میں مناسب موقع کی محتاج ہوتی ہے ۔ یہ تو کچھ نہ ہوا کہ چائے کی ایک پیالی کے ساتھ وہی بات بھپاک سے کہہ دی جائے جو بعد میں مناسب موقع پر کہنے سے دوسرے کو اچنبھے میں ڈال دے ۔ حیران کر دے سننے والا سکتے میں آجائے ۔
ساوتری :۔ نہ جی ، مجھ سے تو نہ ہوگا ۔ بیچاری نے میرا کیا بگاڑا ہے کہ خواہ مخواہ اُسے پریشان کر دوں ۔ پھر بھلا آپ کو اس سے کون سی لگاوٹ ہے ۔ وہ بیچاری تو ہمیشہ آپ کی تعریفیں ہی کرتی رہتی ہے خیر چھوڑیئے ، آپ کو بھلا اِس سے کیا ۔
جگل :۔ نہ بھئی ۔ آخر معلوم تو ہو کہ وہ میری کیا تعریفیں کرتی ہے میں تو سمجھتا ہوں جلتی ہے مجھ سے ۔
ساوتری :۔ ارے واہ ! یہ آپ سے کس نے کہا ۔ اُس نے تو کبھی بھولے سے بھی آپ کے خلاف ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا ۔ وہ کچھ ایسی چھچھوری نہیں ۔۔ خیر ہٹایئے ۔۔ آپ ذرا پاس کے ہوٹل سے ....
جگل :۔ نہیں ساوتری بہن ، میری بات تو تمہیں ماننا ہی ہوگی اور کچھ نہیں ذرا دلچسپی رہے گی ۔۔ زندگی میں دراصل معمولی معمولی باتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں ۔ یہ بھی سائیکولوجی کا ایک اصول ہے ۔ ذرا غور تو کرو کہ ابھی جو وہ آکر تم سے پوچھے کہ بتاؤ آخر ماجرا کیا ہے اور تم اُسے یونہی باتوں میں ٹال دو کہ آہا ، تم سمجھیں میں کوئی بہت بڑی خبر تمہیں سنانے والی تھی ...... یہ تو یونہی میرے جی میں

آئی تو میں نے چائے پینے کے لئے کہدیا۔ اب وہ تمہارے چہرے سے بھی تو جان لے گی کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے کہ جس کی پردہ داری ہے۔ چنانچہ باتوں باتوں وہ تمہارے منہ سے اگلوانے کی کوشش کرے گی۔ تمہاری منتیں کرے گی۔ لیکن ادھر تم بھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ اسی طرح ٹال مٹول کرتی رہوگی۔ کئی طرح کے خیالات اُسے پریشان کریں گے، کبھی اپنے بارے میں، کبھی اپنے گھر والوں کے بارے میں۔ وہ کئی طرح کی قیاس آرائیاں کرے گی اِس ذہنی کشمکش میں جو جو بات اُمڈ کر اُس کے چہرے پر ظاہر ہوں گے بس وہی......

ساوتری :۔ مجھے بھی وہ کئی بار اسی طرح اُلجھا چکی ہے مجھ سے کوئی بات چھپائے، مجھے چین نہیں پڑتا۔ سوتے جاگتے بس یہی خیال ستاتا رہتا ہے کہ آخر کیا بات ہے جو چھپائی جارہی ہے۔ لیکن جب کئی دنوں کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے میری پنسل گم ہو گئی تھی یا وہ بغیر مجھے ساتھ لئے سینما ہو آئی تھی تو بڑی جھلاہٹ ہوتی ہے۔ واقعی خوب مزا آئے گا۔ میں تو ہرگز اُسے نہیں بتاؤں گی کہ...... لیکن اب پاس کے ہوٹل سے......

چگل :۔ تو گویا بات تمہاری سمجھ میں آگئی۔ لیکن میں نے کہا ساوتری بہن! بھئی یہ کمال ہے کہ تمہاری سہیلیاں آئیں۔ ان کی فرمائشوں پہ ہم شہر کا کونہ کونہ چھانتے پھریں۔ لیکن اگر کبھی اپنی کتاب، وغیرہ ڈھونڈنے تم لوگوں کے کمرے میں چلا جاؤں تو بس آفت! یوں ٹکر ٹکر تکنے لگتی ہیں جیسے چڑیا گھر سے بھاگا ہوا لنگور ہوں۔

رہتا ہوں کہ انھیں کھا جاؤں گا۔ تم نے بھی تو کبھی بھولے منھ سے
نہیں کہا کہ آئیے بھیا ذرا ان رسگلوں کا مزہ چکھئے — یہ
تھوڑا سا فالودہ ہی پی لیجئے۔ یوں تو میری عادت بھی نہیں ......
ساوتری :- عادت ! دیکھئے، یہ آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ بھلا دیوار
سے کان لگائے آپ کیا سنا کرتے ہیں۔ میں نے دسوں بار آپ کو
دیکھا ہے۔ اس دن اوشا بھی کہہ رہی تھی۔
جگل :- کیا کہہ رہی تھی اوشا ؟
ساوتری :- کہہ رہی تھی اپنے بھیا کو اندر بلا لو، کھڑے کھڑے تھک جائیں
گے — (ہنستی ہے)
جگل :- ہونہہ ! واہ ! بڑی آئی ہے نا ! خیر کوئی بات نہیں۔
دیکھو، آج تم خود ہی مجھے اپنے کمرے میں بلا لینا — میں تمہارا پارٹ
اور ساس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ دیکھ کر ہی بتا دوں گا کہ نشانہ
ٹھکانے پر بیٹھا ہے یا نہیں ! اب اسے بھی ...... واہ ! بھئی تم نے
ٹھیک کہا ہے کہ بڑی بھولی ہے۔ بھلا یہ باتیں کہنے کی ہوتی ہیں۔ کمال
ہے۔
ساوتری :- لیکن میں کہتی ہوں اگر وہ آگئی تو ......
جگل :- تو کیا تم چاہتی ہو کہ وہ نہ آئے ......
ساوتری :- نہیں ! نہیں میرا مطلب ہے۔ گھر میں تو کچھ ہے نہیں۔ باورچی خانے
میں چائے کی کیتلی تو میں نے آدھ گھنٹے سے لگا رکھی ہے۔ شاید آئل
آئل کر وہ بھی ختم ہو گئی ہوگی۔
جگل :- دیکھو بھئی کہ پھر کہوگی — ہاں — اب تم یہ چاہتی ہو کہ میں

اِس موڑ والے اٹھائی گیرے سے پیسٹری لے آؤں۔ آدمی دعوت کرے تو ذرا ٹھکانے سے۔ یہ کیا کہ بلایا تو بڑی شان سے اور رکھ دیئے سامنے پیسٹری کے چند باسی بدبودار ٹکڑے، او ڈکارو۔ سو مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ کھانے پینے کی چیزیں اس بھڑ بھونجے سے مت منگوایا کرو۔ جب شہر میں عمدہ سے عمدہ چیز مل سکتی ہے اور پیسے ہر جگہ نقد دینے ہیں تو کیوں بلاوجہ ۔۔۔ چار قدم اور چلنے سے کیا موچ آتی ہے۔

ساوتری :۔ میں نے تو اس لئے کہا تھا۔ اِس دھوپ میں آپ بھلا کہاں جائیں گے پھر آپ کا سائیکل بھی تو پنکچر ہو گیا ہے۔

جگل :۔ پنکچر، تو میں لگوا لایا تھا۔ نہیں جی! کم از کم میں تو وہاں سے کچھ لانے سے رہا۔ جب کرنا ہی ہے تو دو قدم اور چلا جائے گا اور دیکھو، پیسٹری ہو گی، کیک ہو گا، سینڈوچز، آئس کریم......

ساوتری ۔ لیکن میرے پاس تو اتنے پیسے نہیں ہیں۔

جگل :۔ اگر یہ سب کہا ہے تو آج پیسے بھی اپنے گرہ سے دوں گا۔ میرا جی بھی آج سینڈوچز کھانے کو چاہ رہا ہے ۔۔۔ اچھا! میں چلا!

( جاتا ہے وقفہ اوشا آتی ہے )

ساوتری :۔ چچ! تم آگئیں! واہ بڑی عمر ہے تمہاری۔ ابھی ابھی تمہاری ہی باتیں ہو رہی تھیں!

اوشا :۔ میری باتیں! دل ہی دل میں ہنس رہی ہوں گی (ہنستی ہے) اُف، فہ۔ فہ۔ گرمی۔ گرمی کے مارے تو ۔۔۔ لیکن جناب کچھ یاد ہے۔ آج چائے پلانے کا وعدہ تھا۔ لیکن یہاں تو چائے کے پانی تک کی بو

نہیں۔ اور ہاں، آج میں کوری چائے پینے کی نہیں، سمجھی!

ساوتری :۔ اے ہے، کیوں مری جا رہی ہو۔ سب کچھ ہوگا ذرا دم تو لو۔

اوشا :۔ دم تو آ رہا ہے۔ لیکن چائے آتی دکھائی نہیں دیتی (ہنستی ہے)

ساوتری۔ چائے بھی آئی جاتی ہے۔ ذرا جگل بھیّا آ لیں۔ بازار تک گئے ہیں۔ تمہاری خاطر بڑی مشکل سے بھیجا ہے۔

اوشا :۔ میری خاطر، کیا مطلب، میں سمجھی نہیں!

ساوتری :۔ ابھی سمجھ جاؤ گی۔ جب وہ طرح طرح کی چیزوں سے لدے پھندے آئیں گے۔

اوشا :۔ تو کیا تم نے انہیں کھانے کی چیزیں لانے کو بھیجا ہے۔ موہن نہیں تھا۔

ساوتری :۔ موہن چاچاجی کے ہاں مٹھائی کی ٹوکری لے کر گیا ہوا ہے۔ ہاں ہاں۔ تمہارے لئے کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ ۔۔۔ کسی طرح مانتے ہی نہ تھے۔ لیکن سچ پوچھو تو تمہارے نام میں جادو ہے۔ شاید مجھ ہی نے یہ کہا کہ تم آ رہی ہو۔ فوراً جانے کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اوشا :۔ اے لعنت! کم بخت کیوں! تم نے انھیں بھیجا۔ اس دھوپ میں تو کوئی دشمن کو بھی باہر نہیں نکلنے دیتا۔ بڑی ظالم ہو پیدل ہی گئے ہوں گے

ساوتری :۔ نہیں ہوائی جہاز پر۔ شاید سائیکل پر گئے ہوں۔ کہتے تھے سائیکل پنکچر ہو گیا ہے۔ پھر بولے کہ پنکچر لگوا لیا ہے۔ ان کی بھی کچھ سمجھ نہیں آتی۔

اوشا :۔ کچھ بھی ہو ۔۔۔ میرے لئے بیکار انہیں تکلیف اُٹھانا پڑی

میں بھی بیچارے بالکل سیدھے سادے۔ جس وقت اور جدھر کہتی ہو گی اٹھ بھاگتے ہوں گے۔

ساوتری ۔ جی ہاں۔ بالکل سرمہ ہیں آنکھ میں ڈالے جا سکتے ہیں، ابھی ابھی جو چٹی مجھے پڑھا رہے تھے، سن پائیں تو دانتوں تلے انگلی داب لیتیں۔

اوشا :۔ تم کہہ رہی تھیں، میرے متعلق کچھ کہہ رہے تھے۔

ساوتری ۔ ہاں ۔ کہہ رہے تھے ایک تم ہی میری تمام سہیلیوں میں ....

(موہن داخل ہوتا ہے)

اے موئے موہن ۔ باہر جا کر گھر بار سب بھول جاتا ہے ۔ ٹوکری نہیں لایا ؟

موہن :۔ بی بی جی، وہ کہہ رہے تھے ۔ خود ہی بھجوا دیں گے ۔

ساوتری :۔ اچھا پہلے جا رسوئی میں دیکھ، کہیں اسٹوو تو نہیں بجھ گیا اور دیکھ ..... بجھ گیا ہو تو جلا کر چائے کے لئے پانی رکھ دے

موہن :۔ جی ۔

(جاتا ہے)

اوشا :۔ یہ ٹوکری والا کیا معاملہ ہے ۔ پہلے بھی تم کہہ رہی تھیں کہ مٹھائی کی ٹوکری ......

ساوتری :۔ یہی تو، یہی تو میں بتانا چاہتی تھی ۔ لیکن ذرا جگل بھیا آ لیں ۔

اوشا :۔ وہ آ لیں ۔ کیا کوئی عجوبہ ہے ۔ کبھی بتاؤ وہ تو نہ جانے کب آ چکیں ۔

ساوتری :۔ لیکن پہلے وعدہ کرو کہ اُن کے سامنے اس بارے میں کچھ

نہ کہو گی، وہ مجھ سے وعدہ لے گئے ہیں۔

**اوشا:** کیا وعدہ لے گئے ہیں۔ بھئی تم تو پہیلیاں بجھواتی ہو — بتاؤ نا کیا کہا تھا انہوں نے؟

**ساوتری:** یہی کہ یہ بات، میں تمہیں نہ بتاؤں۔

**اوشا:** کونسی بات، عجیب بات ہے۔ ہونہہ۔

**ساوتری:** پرسوں اُن کی سگائی تھی۔ اسی کی مٹھائی چاچا جی کے ہاں ٹوکری میں بھیجی گئی تھی اور اسی کی خوشی میں میں نے تمہیں آج چائے پر بلایا ہے۔ سمجھی! بھئی اوشا! جگل بھیا تو جو ہیں سو ہیں بھابی ہماری بس لاکھوں میں ایک ہے۔ کسی دن تمہیں بھی دکھانے لے چلونگی۔

**اوشا:** (پریشان ہو کر) سگائی! تمہارا مطلب ہے پرسوں اُن کی سگائی ہو چکی۔ ہشت بنا رہی ہو۔

**ساوتری:** نہیں جناب! اب تو نہیں بنا رہی، وہ کہتے تھے کہ بناؤں اس طرح کہ آج تمہیں یہ بات نہ بتائی جائے۔ کہنے لگے، یہ بھی سائیکالوجی کا ایک اصول ہے، جیسے میں نہ سمجھوں گی — آج یہ بات نہ بتانے سے تم کئی دن پریشان نہ ہو گی۔ رہ رہ کر تم اپنے بارے میں، اپنے گھر والوں کے بارے میں نیا س آرائیاں کرو گی۔ اِس ذہنی کشمکش میں......

**اوشا:** (جیسے اپنے آپ سے) تو واقعی ان کی سگائی ہو گئی۔

**ساوتری:** واقعی مزا تو بڑا آتا اگر میں تمہیں یہ سب نہ بتاتی۔ لیکن یہ تمہیں ایکدم کیا ہو گیا ہے۔ تمہارا چہرہ......

**اوشا:** (ان سنی ان سنی کر کے) سگائی......کیا وقت ہو گا؟

**ساوتری:** یہی، پونے پانچ ہیں — کیوں؟

اوشا :۔ اب میں چلوں گی۔
ساوتری :۔ کہاں، کیوں، کمال ہے، نہیں نہیں۔
اوشا :۔ نہیں میں اب جاؤں گی۔ پتا جی انتظار کر رہے ہوں گے۔
سنیما جانے کو کہہ رہے تھے۔ ناراض ہوں گے۔ (کرسی سے اٹھتی ہے)
ساوتری :۔ (اٹھ کر) لیکن سنیما شروع ہونے میں تو ابھی دیر ہے۔
اوشا :۔ (درد بھری ہنسی ہنستے ہوئے) بھیا سے کہنا اپنی سگائی کی
مٹھائی ہمیں نہیں کھلائی۔
ساوتری :۔ لیکن وہ تو آتے ہی ہوں گے خود ہی کہہ دینا اُن سے۔
اوشا :۔ نہیں تم کہدینا اور یہ بھی کہ اب میرے لئے اُنھیں کبھی تکلیف
نہ اٹھانا پڑے گی۔
ساوتری :۔ لیکن۔۔۔۔۔۔

(اوشا جاتی ہے **وقفہ** جگل آتا ہے)

جگل :۔ اُف۔ف، ف توبہ، بلا کی گرمی ہے، لو بھئی سنبھالو (پیکٹ
کھولتا ہے) یہ رہا کیک، پیسٹری۔ بالکل تازہ ہے۔ یہ چکن سینڈوچ۔
سبھی کچھ آگیا۔ صرف نہیں آئی تو تمہاری سہیلی۔ میں تو ڈر رہا تھا کہ
کہیں آ نہ چکی ہو۔
ساوتری :۔ سگائی کی بات اپنے اندر اتنی اہمیت رکھتی تھی یہ مجھے بعد میں
معلوم ہوا آپ کو بھی کیا دور کی سوجھی۔
جگل :۔ سو تو میں کہہ ہی رہا تھا۔ تم بھلا اِس دماغ کو کیا سمجھتی ہو اور
پھر یہ تو اتنی بڑی بات بھی نہیں۔ میں نے اِس سے بھی معمولی معمولی باتوں
پر ان لوگوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے جو کبھی ناک پر مکھی نہ بیٹھنے

دیتے تھے اور لڑکیوں کی سائیکالوجی تو......

ساوتری :۔ آپ دادل بھی آج سینڈوچز کھانے کو چاہ رہا تھا۔

جگل :۔ ہاں میں بھی ایک آدھ پیس نے لوں گا۔

ساوتری :۔ ایک آدھ کیوں، یہ سب آپ ہی کھائیے۔

جگل ۔ کیوں، کیا مطلب ہے اوشا نہیں آ رہی؟

ساوتری :۔ وہ تو آ کر چلی بھی گئی۔

جگل ۔ ۔ چلی گئی! کہاں! کیوں چلی گئی۔ تم نے کیوں جانے دیا۔ اُسے تم نے یہ نہیں کہا کہ......

ساوتری ۔ :۔ میں نے تو بہت کہا کہ آپ کھانے کی چیزیں لینے گئے ہیں آتے ہی ہوں گے ۔ لیکن وہ تو ایک دم مجھ پر برس پڑی ۔ کہنے لگی ۔ میری خاطر دوسروں کو تکلیف دیتی ہو ۔ میں چائے نہیں پیونگی۔

جگل ۔ :۔ دوسروں کو ۔ کیا میں...... کچھ اور بھی کہتی ہونگی۔

ساوتری :۔ کہنے لگی اپنے بھیّا سے کہنا ۔ اب میرے لئے اُنھیں کبھی تکلیف نہ اُٹھانا پڑے گی۔

جگل :۔ تکلیف، کیسی تکلیف نہیں نہیں اس میں تکلیف کی کیا بات...

ساوتری :۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ سگائی کی اس چائے کا شکریہ۔

جگل :۔ سگائی کی چائے ! تو کیا تم نے ۔ تم نے اُسے (مرتی ہوئی آواز میں) ساوتری! یہ تم نے کیا کیا ۔ اب کبھی تکلیف نہ اُٹھانا پڑے گی ۔ سگائی کی چائے ۔ اوشا ۔ آہ!!

(پردہ گرتا ہے)

# اخبار کا دفتر

## کردار

ایڈیٹر

| | |
|---|---|
| سادھو | چپراسی |
| کشوری لال | ٹائپسٹ |
| تقیسر چند | کلرک |
| قدامت پیلی بھیتی | شاعر |
| بزرگ | ایڈیٹر کا نستے کا مامو |
| لڑکا | بزرگ کا بیٹا |
| فردوس | مستند ادیب |
| دل باغ رائے | آڑھتیا |

کاتب

---

(پردہ دو حصّوں میں منقسم اسٹیج پر اٹھتا ہے۔ پلائی وڈ کے پارٹیشن کے ایک طرف جو نسبتاً بڑا کمرہ ہے۔ ساتھ ساتھ دو میزیں لگی ہوئی ہیں۔ ایک میز خالی ہے اور دوسری پر کلرکوں کا مخصوص لباس ـــ ٹوٹی ہوئی کریز کا خاکی پتلون اور دھاری دار قمیض پہنے (جس میں بٹنوں کی جگہ دو بکسوئے لگے ہوئے ہیں) نقیر چند رجسٹر میں فٹے اور پنسل کی مدد سے لکیریں کھینچ رہا ہے۔ دوسرے کمرے میں جانے کے لئے پلائی وڈ کے پارٹیشن میں جو اسپرنگ دار دروازہ ہے۔ اس کے قریب اسٹول پر بیٹھا ہوا سا دھو ادنگھتے اونگھتے چونک پڑتا ہے اور چونکنے کے بعد پھر اونگھنے لگتا ہے۔

دوسرے حصّے میں ایڈیٹر ایک بہت بڑی میز پہ بیٹھا کچھ لکھنے میں مصروف ہے۔ میز پہ فائیلوں کا انبار، قلمدان، لوہے کی جالی دار ٹرے (جو مختلف اخباروں سے بھری ہوئی ہے) اور ٹیبل بیل ہر چیز قرینے سے رکھی ہے۔ دائیں کونے میں ایک چھوٹی سی میز پہ کشوری لال بیٹھا ٹائپ کر رہا ہے۔ کشوری لال کے چہرے کا صرف دایاں رُخ نظر آ رہا ہے ایڈیٹر کے دائیں ہاتھ، دو خالی کرسیاں پڑی ہیں اور بائیں ہاتھ پلائی وڈ کی دیوار میں اسپرنگ دار دروازہ ہے۔ سامنے کی دیوار پہ آویزاں کلاک میں ساڑھے دس بج رہے ہیں۔)

ایڈیٹر :۔ (لکھنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ بولتا بھی جاتا ہے) آج ......
پوری دُنیا کے سامنے ...... ایٹمی ہتھیاروں ...... کے تجربوں......
تجربوں نے ...... ایک ایسا ......
(جیسے کچھ یاد کرکے ٹیبل بیل بجاتا ہے۔ ساتھ ہی آواز بھی دیتا
ہے)
سادھو ..... ابے او سادھو۔
(دروازہ کھلتا ہے اور بوکھلایا ہوا سادھو داخل ہوتا ہے)

سادھو :۔ جی ساب
ایڈیٹر :۔ کیا وہ کاتب آج بھی نہیں آیا۔
سادھو :۔ جی نہیں ساب!
ایڈیٹر :۔ کیوں نہیں آیا۔ میں نے تمہیں اس کے گھر کا پتہ لگانے کو
کہا تھا
سادھو :۔ جی کچھ پتہ نہیں چلا۔ تین سے ......
ایڈیٹر :۔ (غصے سے اٹھ کر) تین سے! تین سے کیا؟ صبح سے کچھ نہیں
میں پورے سات دن سے چیخ رہا ہوں۔ سر پٹک رہا ہوں لیکن۔
(ٹائپ کرتے ہوئے کشوری لال کو دیکھ کر)
ارے بھئی کشوری لال اپنی یہ ٹک ٹک بند کرو۔ کیا مذاق ہے۔
(ٹائپ کی مشین رک جاتی ہے)
عجیب جاہلوں سے پالا پڑا ہے (سادھو کی طرف مڑ کر) دیکھو جی،
جیسے بھی ہو اسے ڈھونڈ کر لاؤ۔ آج ...... اِسی وقت!
سادھو :۔ جی کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں ۔ ؟

ایڈیٹر:۔ جہنم سے ۔ اور اگر وہ جہنم میں بھی نہ ملے تو تم بھی وہیں جانا سمجھے!

سادھو:۔ جی ۔

ایڈیٹر:۔ جی کیا ۔؟

سادھو:۔ جی کچھ نہیں ۔

ایڈیٹر:۔ تو بار بار کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھتے ہو ۔ آخری تاریخ سر پر آگئی ۔ اور کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی ،

(سادھو جاتا ہے)

پرچہ کیسے چھپے گا ۔ (کشوری لال سے) کشوری لال جی، میں نے آپ سے بھی کہا تھا، اس گدھے کا کچھ پتہ لگائیے ۔

کشوری لال:۔ جی کہاں سے پتہ لگایا جائے ۔ سب کاتبوں سے پوچھ ڈالا ۔ کچھ پتہ نہیں چلا ۔

ایڈیٹر:۔ تو اس کا مطلب ہے اس ہفتے کا پرچہ نہیں چھپے گا ۔

کشوری لال:۔ جی ۔۔ جی چھپے گا ۔

ایڈیٹر:۔ (منہ بنا کر) جی کیسے چھپے گا جناب ۔ کاپیوں کے بجائے پرنٹنگ مشین میں مجھے گھسیڑ دیجئے گا ۔ بہت اچھا پرچہ چھپ جائے گا ۔........

(اٹھ کر ٹہلتے ہوئے ۔۔ اپنے آپ سے)

ہوں: ڈھٹائی کی حد ہے ۔ کمبخت جب کام مانگنے آیا تھا تو ایسی مسکین صورت بنائی تھی جیسے کہیں سے پٹ کر آرہا ہو اور اب پورا ہفتہ ہونے کو آیا نہ کاپیوں کا کچھ ٹھکانہ ہے نہ خود ........

(کشوری لال کی طرف مُڑ کر) کشوری لال جی۔ مجھے تو اس ہنسنے کا کچھ ......

(دروازہ کھلتا ہے۔ سادھو آتا ہے)

کیوں، تم ابھی تک گئے نہیں۔

سادھو :- جی، جا رہا ہوں۔ آپ سے ایک ساب ملنا چاہتے ہیں۔

ایڈیٹر :- کون صاحب ہیں؟

سادھو :- جی کوئی شاعر معلوم ہوتے ہیں۔

ایڈیٹر :- شاعر! ظاہر ہے اس وقت کوئی شریف آدمی تو آنے سے رہا۔ کیا نام ہے؟

سادھو :- جی نام تو نہیں پوچھا۔

ایڈیٹر :- نام نہیں پوچھا! شاباش!! سادھو!

سادھو :- جی ساب!

ایڈیٹر :- اس وقت تمہاری عمر کیا ہوگی۔؟

سادھو :- (جھینپتے ہوئے) یہی کوئی چالیس سمجھئے۔

ایڈیٹر :- سمجھے نہیں کہو کہ ہے۔ خیر، یہ بتاؤ کہ ان چالیس برسوں میں تم کیا کرتے رہے ہو؟

سادھو :- جی میں آپ کی خدمت ......

ایڈیٹر :- جھاڑ جھونکتے رہے ہو؟

سادھو :- جی ہاں!

ایڈیٹر :- (چڑ کر) جی، ہاں۔ جاؤ بھیج دو۔

(سادھو جاتا ہے۔ ایڈیٹر غصے سے اسے جاتے دیکھتا ہوا)

اپنی کرسی پر بیٹھتا ہے ۔ ایک مخنی سا شخص شیروانی ڈاٹے بلکہ اپنے جسم پر مڑھے ہوئے داخل ہوتا ہے )

شاعر :- آداب عرض کرتا ہوں قبلہ ۔

ایڈیٹر :- آداب عرض ( کرسی کی طرف اشارہ کر کے ) تشریف رکھئے ۔

شاعر :- ( کرسی پر بیٹھتے ہوئے ) شکریہ ۔ شکریہ ۔ آپ کچھ مصروف ہیں شاید ۔

ایڈیٹر :- جی نہیں ، کچھ خاص مصروفیت نہیں ۔ فرمایئے ، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں ؟

شاعر :- خدمت تو حضور والا ، میں کرنے حاضر ہوا ہوں ۔ آپ شاید پروف دیکھ رہے ہیں ۔

ایڈیٹر :- پروف ! اجی نہیں ۔ ابھی پروف کہاں ـــ ابھی تو ہمارے کاتب صاحب ہی لاپتہ ہیں ۔

شاعر :- بڑی ناہنجار قوم ہے صاحب ! آپ فرشتہ موت کا اعتبار کر سکتے ہیں ـــ لیکن کاتب نام کی مخلوق کا بھروسہ نہیں ۔ کیا آپ کو کوئی کاتب درکار ہے ؟

ایڈیٹر :- ( خوش ہو کر ) ، جی ہاں ۔ ضرور ۔ ضرور ۔ کیا آپ کتابت کی غرض سے آئے ہیں ؟

شاعر :- جی نہیں سردست تو بندہ بحیثیت ایک شاعر حاضر ہوا ہے کام البتہ سیکھ رہا ہوں ۔ اور سچ پوچھئے تو دن رات نظموں ، غزلوں سہروں اور مرثیوں کی کتابت کرتے کرتے ہی یہ شعر کہنے کا سودا سر میں سمایا ہے ۔

ایڈیٹر :۔ آپ کا اسم شریف
شاعر :۔ ناچیز کو ندامت یپلی بھیتی کہتے ہیں۔ جناب نے میرا کلام تو دیکھا ہوگا۔
ایڈیٹر :۔ جی ابھی تو میرا خیال ہے یہ سعادت مجھے نصیب نہیں ہوئی۔
شاعر :۔ (جیب سے کاغذوں کا پلندہ نکال کر) تو لیجئے یہ پندرہ غزلیں اور دس طویل نظمیں آپ کی نذر ہیں۔
ایڈیٹر :۔ (پلندہ تھام کر تعجب سے) پندرہ غزلیں اور دس نظمیں۔
شاعر :۔ جی ہاں۔ سبر دست یہی حاضر ہیں۔ دراصل میری قوت یادداشت بہت کمزور ہے۔ بیاض بستے میں تو باندھی تھی لیکن بستہ لانا بھول گیا
ایڈیٹر :۔ اچھی بات ہے۔ انھیں دیکھ کر میں آپ کو اپنی رائے سے مطلع کر دوں گا۔ اپنا پتہ تو لکھ دیا ہی ہوگا آپ نے ان پر۔
شاعر :۔ اس تکلف کی کیا ضرورت ہے بندہ پرور! آپ ابھی میری موجودگی میں ملاحظہ فرما لیجئے۔
ایڈیٹر :۔ بات اصل میں یہ ہے ندامت صاحب کہ اس وقت مجھے کچھ خاص کام .....
شاعر :۔ کام! اجی حضت کام تو دُنیا کے چلتے ہی رہتے ہیں۔ خیر لائیے میں خود ہی دو چار شعر آپ کو سنائے دیتا ہوں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ میرا کلام ..... ذرا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے

(بڑے بے تکے ترنم کے ساتھ پڑھتا ہے)

پڑی جب سے نظر ان پر کچھ ایسا حال ہے اپنا
کہ دل پہلو سے اُٹھے ہے کہ دل پہلو میں بیٹھے کہ

ایڈیٹر :- سبحان اللہ ۔ قدامت صاحب ۔ بالکل سبحان اللہ ۔ لیکن آپ ناحق زحمت فرما رہے ہیں ۔ یہ کلام تو ایسا ہے کہ میں تنہائی میں پڑھوں اور لطف لیتا رہوں ۔ خیر، میں آپ کو اپنی رائے سے ۔ ......

شاعر :- چلئے یونہی سہی ۔ لیکن آپ تکلیف نہ فرمائیے گا ۔ میں خود حاضر ہو جاؤں گا ۔ دراصل مجھے آگرہ راس نہیں آیا ۔ دلی کے اخبارات رسالوں میں بے بحر ۔ بے وزن سے سر پیر کی غزلیں نظمیں دیکھ کر جو طبیعت کو طیش آیا تو میں نے سید صادق کا رُخ کر لیا ۔ اب میرا ارادہ یہیں قیام کرنے کا ہے ۔

ایڈیٹر :- بڑا نیک ارادہ ہے لیکن یہ تو بتائیے کہ اس سے پہلے بھی کہیں آپ کا کلام شائع ہوا ہے ۔

شاعر :- تو کیا واقعی میرا کلام آپ کی نظر سے نہیں گذرا ۔

ایڈیٹر :- عرض کیا نا، یہ سعادت ہنوز مجھے نصیب نہیں ہوئی ۔ کیا آپ روزانہ اخباروں میں لکھتے ہیں ۔ ؟

شاعر :- جی نہیں تو ۔

ایڈیٹر :- تو قلمی پرچوں میں لکھتے ہوں گے ۔

شاعر :- لاحول ولا قوۃ ۔

ایڈیٹر :- کہیں ایسا تو نہیں کہ لکھ کر حفاظت سے گھر پر ہی رکھ لیتے ہوں ۔

شاعر :- میری چیزیں چھپتی ہیں صاحب اور بڑے ٹھاٹ سے چھپتی ہیں

ایڈیٹر :- تو شاید بیرونی ممالک میں چھپتی ہوں گی ۔

شاعر :- استغفر اللہ ۔ کیا اول فول فرما رہے ہیں آپ ۔ لائیے میرا

کلام (پلندہ جھپٹ لیتا ہے اور کرسی سے اٹھتا ہے) کیا سمجھتے ہیں آپ!
آپ کا پرچہ معیاری ہے تو میرا کلام بھی کم معیاری نہیں۔ خدا حافظ۔

ایڈیٹر:۔ خدا حافظ۔

(شاعر زور سے دروازہ کھول کر جاتا ہے۔ اسپرنگ دار دروازہ دیر تک کھلتا رہتا ہے۔ بند ہوتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ہی کشوری لال ٹائپ کرنے لگتا ہے۔)

ایڈیٹر:۔ (کشوری لال سے) میں نے آپ سے کہا تھا کشوری لال جی! کہ اپنی یہ کِٹ کِٹ بند کر دیجیے ...... میرے دماغ پر پہلے سے ہتھوڑے چل رہے اور ...... کام کی ایسی دھن ہے تو جائیے دوسرے کمرے میں لے جائیے۔

(کشوری لال مشین اٹھاتا ہے)

اور ذرا دیکھیے ساد ھو ابھی تک آیا ہے یا نہیں۔

(کشوری لال مشین باہر لے جاتا ہے اور پھر خالی ہاتھ لوٹتا ہے)

کشوری لال:۔ جی وہ تو ابھی نہیں آیا۔ آپ سے دو صاحب ملنے آئے ہیں۔

ایڈیٹر:۔ (چونک کر) دو صاحب ایک نہ شد دو شد۔ شکل و صورت سے شاعر تو نہیں معلوم ہوتے۔

کشوری:۔ جی دیکھنے میں تو باپ بیٹا معلوم ہوتے ہیں۔

ایڈیٹر:۔ باپ بیٹا۔ کیا مذاق ہے۔ یہ اخبار کا دفتر ہے یا پرائمری اسکول! کیا چاہتے ہیں!؟

کشوری :۔ جی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔
ایڈیٹر :۔ ضرور ملنا چاہتے ہیں۔
کشوری :۔ جی معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ اگر آپ نہ ملیں گے تو......
ایڈیٹر :۔ تو وہ خود آکر مجھ سے بغلگیر ہو جائیں گے۔ یہی نا۔
کشوری :۔ جی!
ایڈیٹر :۔ (چڑ کر) جی! جائیے بھیج دیجئے۔ اور سنئے ساتھ ہی ایک گلاس ٹھنڈا پانی۔
کشوری :۔ جی اچھا۔

(کہہ کر جاتا ہے ایک بزرگ اور ایک لڑکا داخل ہوتے ہیں)

بزرگ :۔ (داخل ہوتے ہوئے) آ۔ ہا۔ بیٹے! اچھے تو ہو!
ایڈیٹر :۔ (اٹھ کر) اوہ ماما جی، آپ ہ آئیے آئیے کب آئے آپ؟ بیٹھئے۔

(دونوں کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایڈیٹر بھی بیٹھ جاتا ہے)

بزرگ :۔ آج ہی آیا۔ بلکہ یہ سمجھو بیٹا کہ ابھی۔ سوچا سب سے پہلے اپنے عزیز سے مل آؤں۔ تم نے تو جب سے گاؤں چھوڑا ہے رشتے ناطے سب بھلا بیٹھے۔
ایڈیٹر :۔ کیا بتاؤں ماما جی۔ کام ہی سے فرصت نہیں ملتی۔

(ٹیبل بیل بجاتا ہے۔ فقیر چند آتا ہے)

— دیکھو فقیر چند! دو گلاس شربت خون افزا بنوا لاؤ۔

(فقیر چند "جی" کہہ کر جانے لگتا ہے کہ ایڈیٹر پھر کہتا ہے)

— سنو، دو نہیں تین۔ کشوری لال جی سے کہہ دو پانی رہنے

دیں۔

("جی" کہہ کر نفیر چند جاتا ہے)

ایڈیٹر:۔ کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں بیٹا۔ اور میری تو پوری زندگی کا نچوڑ یہ ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر ضرور ہوگا چاہے ہم کریں چاہے کوئی اور۔ ملیے ہاں تو یہ کہتا ہوں کہ ۔۔ ارے ہاں اس سے ملو۔ پہچانا اسے ۔۔ رام ناتھ! لیکن تم اسے کہاں پہچانو گے۔ اتنا سا تھا جب تم نے اسے دیکھا تھا۔ نمستے کرو بیٹا۔

لڑکا :۔ نمستے کرتا ہوں بھاپا جی!

ایڈیٹر :۔ نمستے۔ نمستے۔ کہو بھائی کیسے ہو۔

لڑکا :۔ کرپا ہے آپ کی۔

بزرگ :۔ اور سچ پوچھو تو تمہارا یہ بھائی ہی ہماری ملاقات کا سبب بنا ورنہ تم جانو ۔۔ گھر سے نکلنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ بھگوان کی دیا سے اس سال دسویں درجے کا امتحان دیا ہے اس نے۔ سب جماعتوں میں اوّل آتا رہا ہے۔

ایڈیٹر :۔ بڑا ہونہار معلوم ہوتا ہے۔

:۔ تم جیسے بڑے بھائیوں کی دعا سے کبھی کسی قابل بنے گا بزرگوں کا نام روشن کرے گا۔ اس کے استادوں کا خیال ہے کہ یہ یا تو بہت بڑا انجینئر بنے گا یا پھر لیکھک!

ایڈیٹر :۔ (چونک کر) لیکھک!

بزرگ :۔ ہاں بیٹا! دسویں درجے کا امتحان دینے کے بعد ان دو

جمینوں کی چھٹیوں میں اِس نے کوئی پچاس کہانیاں لکھ ڈالی ہیں۔

ایڈیٹر :۔ پچاس کہانیاں ۔؟

بزرگ :۔ اور چھ سو صفحے کا ایک ناول۔

ایڈیٹر :۔ چھ سو صفحے کا ناول ۔

بزرگ :۔ دکھاؤ بیٹا —— بھائی کو اپنی چیزیں دکھاؤ ۔ میرا ارادہ تو اسے انجینیر بنانے کا تھا، پر تم جانو، بچے جب جوان ہو جائیں تو ماں باپ کو اُن کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرنا چاہیے۔ اب یہ لیکھک بننا چاہتا ہے۔ تو، تم جانو، بیس روپے بھاڑا خرچ کر کے اِسے تمہارے پاس لایا ہوں کہ تم! بھگوان بُری نظر سے بچائے۔ ایک اخبار کے ایڈیٹر ہو۔ نیک مشورہ دو گے اور کچھ پیسے بھی ہاتھ لگیں گے۔

ایڈیٹر :۔ (بڑی پریشانی سے) پیسے ؟

بزرگ :۔ پیسے کا مجھے کچھ زیادہ لالچ نہیں۔ تم جانو، میں نے رام دھین بڑھئی ایسے نمک حرام کی ترقی اِس لئے معاف کر دی تھی کہ اُس کے یہاں، کانسی کی ایک پرات، پیتل کی دو ایک کٹوریو اور پھٹے پرانے گودڑوں کے علاوہ ......

ایڈیٹر :۔ لیکن ماما جی۔ یہ تو ابھی بالکل بچہ ہے!

بزرگ :۔ ہاں ۔ ہے تو بچہ ہی، پر تم جانو، ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ۔ لعل تو گودڑ میں ہی پہچانے جاتے ہیں۔ کیا خیال ہے تمہارا، ناول کا پانچ روپے صفحہ تو ملی ہی جاوے گا۔

ایڈیٹر :۔ پانچ روپے صفحہ ؟!

بزرگ :۔ بھئی اس میں جو تمہاری محنت یا کیشن ہوگی ۔۔۔۔۔ وہ ۔۔۔۔ تم مجھے اتنا اوچھا نہ سمجھو کہ ۔۔۔۔۔

ایڈیٹر :۔ ماما جی ! آپ ! آپ میرا ایک مشورہ مانیں گے۔

بزرگ :۔ کیوں نہیں ! کیوں نہیں ۔ میں نے کب تمہاری کوئی بات ٹالی ہے ۔ تم جانو ، ایک بار تم نے ۔۔۔۔۔

ایڈیٹر :۔ میرا مشورہ یہ ہے ماما جی کہ صاحبزادہ کو انجینیر بنائیے اپنی اس عمر میں اگر یہ پچاس کہانیاں اور چھ سو صفحوں کا ناول لکھ سکتا ہے ۔ اور وہ بھی صرف دو مہینے میں تو میرا خیال ہے دنیا بھر کے لیکھکوں کا دانہ پانی خطرے میں ہے ۔

بزرگ :۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو بیٹا ۔

ایڈیٹر :۔ سچ کہہ رہا ہوں ماما جی ، کہ صاحبزادے کو لیکھک مت بنائیے انجینیر نہیں بنانا چاہتا تو بزازی کی دکان کھلوا دیجیے ۔ دہی بڑوں کا کھومچہ ۔۔۔۔۔۔

بزرگ :۔ ( بھڑک کر ) تمہارا دماغ چل گیا ہے کیا ؟

ایڈیٹر :۔ ہاں ماما جی ۔ میرا دماغ چل گیا ہے ۔ آپ نے ہمیشہ میری بات مانی ہے ۔ اگر آپ میری بات مانیں تو واپسی کا کرایہ ۔۔۔۔۔

بزرگ :۔ آخر تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو ۔۔۔۔۔ ؟

ایڈیٹر :۔ میں آپ کو اپنا ایک قابلِ احترام بزرگ سمجھتا ہوں ماما جی اور اپنے آپ کو آپ کا انتہائی فرمانبردار بھانجہ ۔ لیکن بھگوان کے لئے صاحبزادے کو لیکھک مت بنائیے ۔ ورنہ یہ آپ کی ساری جائداد ، ساری زمینیں ، سارے مکان ۔۔۔۔

بزرگ :- ہونہہ! چلو، اٹھو بیٹا - مجھے کیا معلوم تھا کہ ..... لیکن اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے بھائی - دلی کے پانی کی تاثیر ہی اُلٹی ہے جسے دیکھو اکڑ فوں بنا پھرتا ہے -

(بزرگ اور لڑکا اُٹھتے ہیں ایڈیٹر بھی اٹھتا ہے)

لڑکا :- نمستے کرتا ہوں بھاپا جی

ایڈیٹر :- نمستے - (لڑکے کا کندھا تھپتھپا کر) کیوں بھائی - تم کسی طرح لیکھک بننے سے باز نہیں آسکتے ؟ -

لڑکا :- جی نہیں -

بزرگ :- دیکھا ؟

ایڈیٹر :- جی ہاں دیکھا اور میرا خیال ہے آپ بھی دیکھیں گے جب یہ آپ کی ساری زمینیں - سارے مکان - ساری جائداد نیلام -

(زور سے دروازہ کھول کر دونوں جاتے ہیں -)

ایڈیٹر :- (ٹھنڈا سانس لے کر کرسی پر بیٹھتا ہے اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کہتا ہے) پچاس کہانیاں اور چھ سو صفحے کا ناول -

(فقیر چند ٹرے میں شربت کے گلاس رکھے داخل ہوتا ہے)

— اب لائے ہو شربت - فقیر چند تم سے تو کوئی کام کہنا —

فقیر چند :- جی دوکان پر بہت بھیڑ تھی -

ایڈیٹر :- جی ہاں، وہ تو میں پہلے سے جانتا ہوں کہ باہر کی ہر دوکان پر گاہکوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہیں - روپے کی بھرمار سے لوگوں کی جیبیں پھٹی پڑتی ہیں — نہیں چاہیئے شربت لے جاؤ -

فقیر چند :۔ جی دوکاندار

ایڈیٹر :۔ دکاندار واپس نہیں کرے گا — یہی نا! تو پھینک دو

فقیر چند :۔ (تعجب سے) جی؟

ایڈیٹر :۔ نالی میں نہ پھینکنا چاہو تو اپنے پیٹ میں پھینک لو۔ لیکن میری جان بخش دو —

(فقیر چند ابھی کھڑا ہے کہ فردوس داخل ہوتا ہے)

ایڈیٹر — او ہیلو! آیئے فردوس صاحب! بہت دنوں کے بعد تشریف لائے۔

فردوس :۔ ارے کیا بتاؤں دوست! آج کل وہ نفسیات پر کتاب لکھنے میں اتنا مصروف ہوں کہ......

ایڈیٹر :۔ کبھی ہمارے لئے بھی تو لکھئے — فقیر چند! فردوس صاحب کو شربت پلاؤ۔

(فقیر چند "جی" کہہ کر ٹرے فردوس کی طرف بڑھاتا ہے۔ فردوس آہستہ آہستہ سپ کرنے لگتا ہے)

ایڈیٹر :۔ آپ کے پچھلے مضمون کی تعریف میں اتنے خطوط آئے تھے اتنے کہ......

فردوس :۔ ارے یار! یہ سب تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ آج شام کو تمہارا کیا پروگرام ہے؟

ایڈیٹر :۔ کچھ نہ پوچھئے فردوس صاحب۔ پرسوں پرچہ نکلنے کی تاریخ ہے اور ابھی تک ہمارے کاتب صاحب گدھے کے سینگ بنے ہوئے ہیں۔ "آدمی دوڑتے دوڑتے پٹواری ہو گئے"۔ لیکن کہیں

سراغ نہیں ملا۔ کتابت کے لئے صرف دو صفحے کا میٹر دے گئے تھے اور کہہ گئے تھے کہ باقی دو دن بعد آکر لے جاؤں گا۔۔۔ آدمی نیا تھا لیکن ہاتھ بہت اچھا تھا اور معلوم بھی ضرورت مند ہوتا تھا۔ میں نے مستقل طور پر اسی کو کام دینے کا فیصلہ کر لیا اور کسی دوسرے کاتب سے ایک لفظ تک نہیں لکھوایا

فردوس :۔ یہ سب تم جانو۔ مجھے یہ بتاؤ کہ شام کو مشاعرے میں چل رہے ہو یا نہیں؟

ایڈیٹر :۔ آپ شام کی بات کرتے ہیں فردوس صاحب۔ میں اس گھڑی بلکہ اس لمحے کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اگر وہ کاتب نہ ملا۔ ذرا سوچئے فردوس صاحب اگر وہ کاتب نہ ملا تو.....

فردوس :۔ تو اس ہفتے کا پرچہ نہیں چھپے گا، یہی نا ۔۔۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ تم شام کو مشاعرے میں کیوں نہیں چل رہے

ایڈیٹر :۔ فردوس صاحب! ہمارا پرچہ چھبیس کو آؤٹ ہونا چاہیئے اور آج اٹھائیس ہے اور آج نہ صرف اٹھائیس ہے بلکہ سولہ صفحوں میں سے میرے پاس ایک بھی کتابت شدہ صفحہ نہیں اور ایک بھی کتابت شدہ صفحہ نہ ہونے کا مطلب صاف ہے کہ......

فردوس :۔ پرچہ وقت پر نہ چھپ سکے گا۔

(ایک ہی گلاس میں شربت پی کر اور گلاس میز پر پٹخ کر نکل جاتا ہے۔ فقیر چند بھی پیچھے پیچھے جاتا ہے۔ اس دوران

میں ایڈیٹر کہتا ہے)

ایڈیٹر :۔ لیکن سنئے تو فردوس صاحب — فردوس صاحب ذرا سنیئے تو — کیا مصیبت ہے (دور سے) کشوری لال۔ کشوری لال جی......

(کشوری لال داخل ہوتا ہے)

کشوری لال :۔ جی۔

ایڈیٹر :۔ جناب آپ کو معلوم ہے آج شام تمام ایجنٹوں کو خطوط جانے ہیں۔ آپ کہاں گلچھرے اڑاتے پھر رہے ہیں؟ اب تک کتنے خط ٹائپ ہوئے؟

کشوری لال :۔ جی تین۔

ایڈیٹر :۔ صرف تین — دوسو بارہ میں سے صرف تین!

کشوری لال :۔ جی آپ ہی نے روک دیا تھا۔

ایڈیٹر :۔ میں نے روک دیا تھا — میں کبھی کسی کو نہیں روکتا...... مجھے آج شام تک دوسو بارہ خط......

(سادھو داخل ہوتا ہے)

کیا وہ مل گیا — سادھو! کیا وہ کاتب مل گیا؟

سادھو :۔ جی نہیں ساب! ہر جگہ ڈھونڈ ڈالا لیکن......

ایڈیٹر :۔ ہر جگہ ڈھونڈ ڈالا۔ کیسے ڈھونڈ ڈالا — مجھے بیوقوف مت بناؤ سادھو! ڈھونڈنے سے تو انسان اپنے آپ کو بھی ڈھونڈ سکتا ہے اور تم کہتے ہو کہ وہ کاتب کا بچہ نہیں ملا۔

سادھو :۔ جی نہیں ملا ساب!

ایڈیٹر :- (منہ چڑا کر) جی، کیوں نہیں ملا ساب!
سادھو :- جی نہیں ملا۔
ایڈیٹر :- (اسی طرح منہ چڑا کر) میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کیوں نہیں ملا؟

(فقیر چند داخل ہوتا ہے)

فقیر چند :- جی مل گیا ساب!
ایڈیٹر :- (خوش ہو کر) مل گیا۔ کہاں ہے؟
فقیر چند :- جی یہ رہا (ہاتھ میں لیا ہوا کاغذ بڑھاتا ہے) صرف بیدز پرچوں کا آرڈر ہے آپ کہتے تھے ہیں.....
ایڈیٹر :- (جھلا کر) کاتب ملا ہے یا آرڈر۔
فقیر چند :- جی آرڈر۔
ایڈیٹر :- آرڈر کو جہنم میں ڈالو۔ مجھے آرڈر نہیں کاتب چاہیئے
فقیر چند :- جی کون سا کاتب؟
ایڈیٹر :- (تعجب سے) کون سا کاتب؟ یہ لیجئے ملاحظہ فرمایئے کشوری لال جی کہ کون سا کاتب!
کشوری لال :- جی انہیں کیا معلوم کہ آپ.....
ایڈیٹر :- جی انہیں کیوں نہیں معلوم کہ پرچہ تیس کو نکلتا ہے اور آج اٹھائیس ہے۔
کشوری لال :- جی یہ تو معلوم ہوگا۔
ایڈیٹر :- کیوں فقیر چند جی، آپ کو معلوم ہے کہ پرچہ تیس کو نکلتا ہے؟

فقیر چند: ۔ جی ہاں!

ایڈیٹر: ۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ آج اٹھائیس تاریخ ہے۔

فقیر چند: ۔ جی ہاں!

ایڈیٹر: ۔ (چڑ کر) جی ہاں! جی ہاں۔ آپ کو خاک معلوم نہیں۔ آپ کو صرف یہ معلوم ہے کہ تنخواہ پہلی تاریخ کو ملتی ہے۔

فقیر چند: ۔ جی نہیں!

ایڈیٹر: ۔ کیا تنخواہ پہلی تاریخ کو نہیں ملتی۔

فقیر چند: ۔ جی ملتی ہے۔

ایڈیٹر: ۔ تو پھر جی نہیں کیوں؟ کچھ تو منھ سے کچھ تو سمجھ لو۔ ...... تنخواہ پہلی تاریخ کو مل جاتی ہے۔ تنخواہ کے نوٹ گننا اور نقد روپیوں کو چھ چھ بار ٹنکارنا آپ کو خوب آتا ہے۔ اگر نہیں آتا تو پرچے کا خیال کہ اگر وقت پر نہیں چھپے گا تو پہلی کو پیسے کہاں سے آئیں گے۔

فقیر چند: ۔ جی ہیں تو......

ایڈیٹر: ۔ جی میں تو کچھ نہیں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں اس کاتب کا پتا معلوم ہے یا نہیں۔؟

فقیر چند: ۔ جی کون سا کاتب؟

ایڈیٹر: ۔ واہ واہ! کستوری لال جی اور بھی واہ واہ۔ آپ فرماتے تھے کہ سارا دفتر کاتب کو ڈھونڈ رہا ہے اور یہاں ابھی یہ دریافت فرمایا جا رہا ہے کہ۔ کون سا کاتب؟ آپ بالکل بجا فرماتے ہیں فقیر چند جی کہ کون سا کاتب؟ اگر میں یہ عرض کردوں کہ آپ

کی تقدیر کا کاتب۔ تو آپ اِن لفظوں کا مطلب سمجھے بغیر ستیاگرہ
پر اُتر آئیں گے کہ ہماری تنخواہ پہلی کو ملنی چاہیئے۔ اگلا چاہے چوری
کرے۔ ڈاکہ ڈالے۔ جیب کاٹے۔۔۔۔۔

(دروازہ بڑے زور سے کھلتا ہے اور دلباغ رائے داخل
ہوتا ہے)

......آپ! آپ کون صاحب ہیں۔

دلباغ رائے:۔ میں "نئی پرانی دنیا" کے ایڈیٹر سے ملنا چاہتا ہوں۔

ایڈیٹر:۔ فرمائیے! تشریف رکھئے ...... کشوری لال جی آپ لوگ
ذرا......

(آنکھ سے باہر جانے کا اشارہ کرتا ہے سب باہر چلے جاتے
ہیں۔ دلباغ رائے کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔)

دلباغ رائے:۔ تو آپ ہی "نئی پرانی دنیا" کے ایڈیٹر ہیں۔؟

ایڈیٹر:۔ جی ہاں۔ خاکسار ہی ہے۔ کہیئے میں آپ کی کیا خدمت
کرسکتا ہوں؟۔

دلباغ رائے:۔ خدمت تو میں کروں گا جناب!

ایڈیٹر:۔ کیا آپ کتابت کے لئے......

دلباغ رائے:۔ کتابت کے لئے نہیں، بس آپ کو مزا چکھانے آیا ہوں۔

ایڈیٹر:۔ (تعجب سے) مزا چکھانے؟ میں آپ کا مطلب
نہیں سمجھا۔

دلباغ رائے:۔ آپ ابھی میرا مطلب سمجھ جائیں گے جناب۔ شریف
آدمیوں کی پگڑی اُچھالنا اتنا آسان نہیں جتنا آپ اسے سمجھ

کی کُرسی پر بیٹھ کر سمجھتے ہیں۔

ایڈیٹر:۔ کُرسیاں تو حضور سب ہی ہاتھ بھر کی ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ جس کُرسی پر رونق افروز ہیں وہ بھی ہاتھ بھر کی ہے آپ بڑی خوشی سے اپنا مزا چکھانے کا عمل شروع فرمائیے......

دلباغ رائے:۔ مجھ سے مذاق مت کیجئے جناب۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح آپ بچ جائیں گے۔

ایڈیٹر:۔ جی نہیں، مزا چکھنے سے بھلا کون بچنا چاہے گا۔

دلباغ رائے:۔ مزا میں نہیں آپ کو عدالت چکھائے گی اور ایسا چکھائے گی کہ.....

ایڈیٹر:۔ کیوں صاحب! یہ عدالت نام کی چیز مجھے کیوں مزا چکھائیگی

دلباغ رائے:۔ اس لئے کہ آپ اپنے دو کوڑی کے اخبار میں بکواس چھاپتے ہیں۔ شریف آدمیوں کی پگڑی اُچھالتے ہیں۔

ایڈیٹر:۔ شریف لوگ! جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے جناب، شریف تو شریف، "نئی پُرانی دُنیا" میں کبھی بدمعاش آدمیوں کی بھی پگڑی نہیں اُچھالی گئی۔ آپ کہیں بھول کر تو نہیں آگئے

دلباغ رائے:۔ جی نہیں، آج تو خوب سوچ سمجھ کر آیا ہوں، البتہ پھر کبھی بھول کر بھی اِدھر قدم نہیں رکھوں گا۔ کیونکہ پھر میں نہیں، سر کے بل آپ میرے پاس آئیں گے۔......

ایڈیٹر:۔ کیوں صاحب، کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ یہ سعادت مجھے کیوں نصیب ہوگی؟ میں کیوں آپ کے پاس آؤں گا۔؟

دلباغ رائے:۔ اس لیے کہ آپ نے میری بے عزتی کی ہے۔ ان سلسلے

کی ہے۔ پچھلے پرچے میں آپ نے ایک ایسی واہیات کہانی چھاپی ہے۔ جس میں صاف صاف میری ہتک کی گئی ہے اور میں آپ کو اس ہتک کا مزا چکھا کر دم لوں گا۔

ایڈیٹر :۔ ابھی آپ فرما رہے تھے کہ مزہ عدالت چکھائے گی، خیر، مزا چکھانے کا آپ اور عدالت دونوں کو پورا پورا اختیار ہے لیکن میری اطلاع کے لئے صرف اتنا فرما دیجیے کہ آخر آپ کو اس میں اپنی ہتک کیوں نظر آئی۔؟

دلیارغ رائے :۔ اس لئے کہ اس میں میری ہتک کی گئی ہے۔

ایڈیٹر :۔ کہانی کا نام آپ کو یاد ہوگا۔

دلیارغ رائے :۔ خوب اچھی طرح۔ "سبز باغ"

ایڈیٹر :۔ ہیرو کا نام۔

دلیارغ رائے :۔ ہیرو نہیں، آپ نے مجھے چمار کے روپ میں پیش کیا ہے

ایڈیٹر :۔ اس چمار کا نام؟

دلیارغ رائے :۔ چمار کا کوئی نام نہیں رکھا گیا۔ صرف اُس کا حلیہ اور اُس کی عادتیں بیان کر کے میری توہین کی گئی ہے۔

ایڈیٹر :۔ آپ کا اسم مبارک۔

دلیارغ رائے :۔ میرا نام دلیارغ رائے خیراتی مل ہے۔ صدر میں میری آڑھت کی دکان ہے۔

ایڈیٹر :۔ تو اس میں آپ کی توہین یا ان سلٹ یا جو کچھ بھی آپ سمجھتے ہیں۔ اس کا کیا پہلو نکلتا ہے؟

دلیارغ رائے :۔ نکلتا ہے۔

ایڈیٹر :۔ کیسے نکلتا ہے۔

دلباغ رائے :۔ بس جو کہتا ہوں کہ نکلتا ہے۔

ایڈیٹر :۔ جی یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ کیسے نکلتا ہے؟

دلباغ رائے :۔ اس کا فیصلہ عدالت کرے گی۔

ایڈیٹر :۔ فیصلہ تو آپ خود ہی سُنا رہے ہیں۔

دلباغ رائے :۔ خیر دیکھا جائے گا ایک ہی پیشی میں یہ ایڈیٹری وڈیٹری ہوا نہ ہو گئی تو میرا نام بھی دلباغ رائے غیر اُتّی مل......

(زور سے دروازہ کھول کر باہر نکل جاتا ہے)

ایڈیٹر :۔ اُف توبہ ہے۔ کیسے کیسے جانوروں سے پالا پڑتا ہے۔

(ٹیبل بیل بجاتا ہے)

سادھو اب او سادھو۔ کیا سب مر گئے؟

(فقیر چند داخل ہوتا ہے)

فقیر چند :۔ جی لنچ ٹائم......

ایڈیٹر :۔ لنچ ٹائم! اچھا تو پورا دفتر لنچ اڑا رہا ہے۔ ایک بجتے ہی سب کے پیٹ میں چوہے کودنے لگے۔ فقیر چند۔ تم کیوں لنچ کھانے نہیں گئے۔ کیا تمہیں بھوک نہیں لگی؟

فقیر چند :۔ جی لگی تو ہے لیکن۔!

ایڈیٹر :۔ لیکن کیا۔ کیا مجھے کھانے کا ارادہ ہے!

فقیر چند :۔ جی!

ایڈیٹر :۔ جی یعنی ہے ارادہ مجھے کھانے کا؟

فقیر چند :۔ جی نہیں۔

ایڈیٹر:- تو جاؤ، موج اڑاؤ، لنچ کھاؤ۔ میرا بھیجا کیوں کھا رہے ہو۔

(فیفر چیز جاتا ہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ ایڈیٹر کے کمرے کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے۔ ایڈیٹر کاغذوں پر جھکا ہوا ہے بالکل مدھم پڑ جانے پر اور لمحہ بھر تک اسی حالت میں رہنے کے بعد روشنی پھر تیز ہو کر سابقہ حالت پر آ جاتی ہے۔ اب سامنے کے کلاک میں چار بج رہے ہیں

ایڈیٹر:- سادھو، اے او سادھو۔

(ٹیبل بیل پھر ایک بار زور سے بجاتا ہے دروازہ کھلتا ہے اور سادھو داخل ہوتا ہے۔)

سادھو:- جی ساب!

ایڈیٹر:- جی ساب کے بچے، میں کب سے بیٹھا چلا رہا ہوں

سادھو:- جی میں کستوری لال جی کے لئے چائے لانے گیا تھا۔

ایڈیٹر:- (طنز سے) کستوری لال جی چائے نوش فرما رہے ہیں۔

سادھو:- جی۔

ایڈیٹر:- کیوں نہیں۔ کسی بندۂ خدا کو کام کی کچھ فکر ہو جب نا، تم نے چائے پی؟

سادھو:- جی نہیں۔

ایڈیٹر:- کیوں نہیں پی۔ تم بھی پیو۔ اور سنو صرف چائے کیوں؟ تم سب دفتر والے بھنگ پی کر کیوں نہیں سو جاتے۔

سادھو:- جی۔

ایڈیٹر:- جی کے بچے وہ کاتب لا۔؟

سادھو :- جی نہیں ملا۔

ایڈیٹر :- تو سنو سادھو! مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج سے تم اپنی ملازمت ختم سمجھو! پہلی کو آکر اپنا حساب چکتا کر لینا۔

سادھو :- حضور میں تو......

ایڈیٹر :- حضور وضور میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے چام سے نہیں، کام سے غرض ہے۔ اگر کاتبوں کے آگے پیچھے بھاگنے کا کام بھی مجھ ہی کو کرنا ہے تو آپ لوگ کیا یہاں مکھیاں مارنے کو رکھے گئے ہیں۔؟

سادھو :- جی سا یب! میں پھر جاتا ہوں۔

ایڈیٹر :- پھر کہاں جاتے ہو۔ اب تو سیدھے گھر جانا۔

سادھو :- جی نہیں حضور، میں، کاتب کو ڈھونڈنے جاتا ہوں۔

ایڈیٹر :- اور اگر اب بھی کاتب نہ ملا تو؟

سادھو :- تو میں کوئی دوسرا کاتب لے آؤں گا۔

ایڈیٹر :- دوسرا کاتب! دوسرے کاتب کی ایسی تیسی۔ پرچے کا ضروری مسودہ اس کاتب کے پاس ہے اور تم کہتے ہو کہ دوسرا۔......

سادھو :- جی اسی کو ڈھونڈوں گا۔

ایڈیٹر :- ڈھونڈوں گا نہیں اب کے مجھے صرف یہ اطلاع دینے آنا کہ اسے ڈھونڈ لیا ہے سمجھے! اور اگر نہیں ڈھونڈ سکتے ہو تو ابھی بتاتے جاؤ۔ اور سب دفتر والوں سے کہتے جاؤ کہ کل سے وہ سب چھٹی کریں۔ مجھے ایسے نکھٹو ملازموں کی ضرورت نہیں کہ پرچہ نہ چھپنے پر بھی ٹھیک ایک بجے جن کے پیٹ پیٹھ سے جا لگیں اور چائے بجنے میں ایک منٹ ادھر نہ ادھر کہ چائے حاضر ہونی چاہیئے۔ اب تم

جاسکتے ہو اور صرف اُسی صورت میں واپس آسکتے ہو جب کہ تم اس پاجی کو اپنے ساتھ لے کر آؤ۔

(سادھو بے دلی سے جاتا ہے)

ایڈیٹر :- (روک کر) اور سنو، فقیر چند سے بھی کہو کہ وہ بھی اس شیطان کو ڈھونڈتے جائے۔

سادھو :- جی!

ایڈیٹر :- اور کشوری لال جی تو چائے نوش فرما رہے ہوں گے۔

سادھو :- جی۔

ایڈیٹر :- جی کیا۔

سادھو :- جی کچھ نہیں۔

ایڈیٹر :- جی، کیوں کچھ نہیں۔ کیا تم نے انھیں چائے لاکر نہیں دی؟

سادھو :- جی لاکر دی ہے۔

ایڈیٹر :- تو پھر کیوں کچھ نہیں۔ چائے نوش فرما رہے ہیں۔ فرمانے دو۔ اگر آج وہ کاتب نہ ملا تو کل سے دفتر کے بجائے گھر پہ نوش فرمایا کریں گے۔ جاؤ۔

سادھو :- جی۔

ایڈیٹر :- پھر وہی جی۔

سادھو :- جی، میں نے کہا کہ......

ایڈیٹر :- کیا آپ مجھ پر اتنا کرم فرما سکتے ہیں بزرگوار کہ آپ مجھ سے کچھ نہیں کہیں گے اور ایک منٹ ضائع کئے بغیر اس کاتب کو......

سادھو :- جی۔!

ایڈیٹر :۔ (پھر روک کر) اور سنو کشوری لال جی سے کہتے جاؤ کہ چاہے صوبے کا گورنر بھی مجھ سے ملنے آئے۔ میرے کمرے میں نہ گھسنے پائے

سادھو :۔ جی۔

ایڈیٹر :۔ جی نہیں۔ اچھی طرح سے کہہ دو۔ اور اگر اب کوئی میرے کمرے میں آیا تو پورے دفتر کو آگ لگا دوں گا سمجھے۔

سادھو :۔ جی سمجھ گیا!

ایڈیٹر :۔ کیا سمجھ گئے؟

سادھو :۔ کہ آپ پورے دفتر کو آگ ۔۔۔۔۔

ایڈیٹر :۔ شاباش میرے دوست! بس اتنا ہی سمجھے کہ دفتر کو آگ لگا دوں گا؟

سادھو :۔ جی نہیں!

ایڈیٹر :۔ اس جی کا مطلب ہے کہ تم کچھ اور بھی سمجھے ہو۔

سادھو :۔ جی ہاں! سب سمجھ گیا۔

ایڈیٹر :۔ کیا سمجھ گیا۔ آخر میں بھی تو سنوں۔

سادھو :۔ کہ جب تک وہ کاتب۔۔۔

ایڈیٹر :۔ اس کے علاوہ اور کیا سمجھے۔۔۔۔

سادھو :۔ اور کسی شخص کو آپ کے کمرے میں نہ گھسنے دیا جائے۔

ایڈیٹر :۔ اس کاتب کے علاوہ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کاتب کو بھی نہ گھسنے دیا جائے۔

سادھو :۔ جی اس کاتب کے علاوہ۔۔۔۔

ایڈیٹر :۔ اور؟

سادھو :۔ اور یہ کہ جب تک ......
ایڈیٹر :۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے یہ دونوں باتیں ہی کافی ہیں۔ دیکھو اگر قسمت سے وہ کاتب مل جائے تو یہ مت کہنا کہ میں خفا ہو رہا ہوں۔
سادھو :۔ جی نہیں۔
ایڈیٹر :۔ خالی خولی جی نہیں۔ کان کھول کر سن لو۔ ورنہ وہ آئے گا نہیں اور اگر وہ نہ آیا تو......
سادھو :۔ جی میں جانتا ہوں۔
ایڈیٹر :۔ اگر تم جانتے ہو تو ٹھیک ہے۔ تمہارے آنے تک میں اپنا ایڈیٹوریل لکھ لوں گا۔ اگر وہ کاتب مل گیا تو اب بھی میرا مطلب ہے کہ اتنی دیر ہو جانے پر بھی میں کسی طرح تیس تک پرچہ نکال دوں گا۔ چاہے میرے پورے کنبے کو کتابت کرنی پڑے۔ اب جاؤ۔

(" جی " کہہ کر سادھو جاتا ہے۔ ایڈیٹر لکھنے لگتا ہے اور ساتھ ساتھ بولتا جاتا ہے)

چین کے وزیر اعظم ...... چو این لائی ...... اور ...... ہندوستان کے وزیر اعظم ...... پنڈت نہرو ...... کی ...... یہ ...... ملاقات کوئی ...... کوئی ...... ہندوستان اور چین کے تعلقات کی تاریخ میں یہ واقعہ ...... (سادھو پھر داخل ہوتا ہے)
ایڈیٹر :۔ (کڑک کر) پھر وہی میں نے تم سے کہا تھا سادھو کہ ......
سادھو :۔ جی وہ کاتب ......
ایڈیٹر :۔ کاتب۔ کون کاتب ......
سادھو :۔ جی وہی کاتب ......

ایڈیٹر :۔ وہی کاتب، (دبی زبان میں) کیا وہ کاتب مل گیا۔
سادھو :۔ جی ہاں وہ خود ہی آگیا ہے باہر بیٹھا ہے۔
ایڈیٹر :۔ باہر بیٹھا ہے۔ باہر کیوں بیٹھا ہے۔ اُسے اندر بھیجو۔ فوراً اندر بھیجو۔
سادھو :۔ جی

(سادھو جاتا ہے اور کاتب داخل ہوتا ہے)

کاتب :۔ آداب عرض۔
ایڈیٹر :۔ آداب عرض۔ آیئے۔ بیٹھئے۔ (کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہے)
کاتب :۔ (کرسی پر بیٹھتے ہوئے) آپ کچھ مصروف ہیں شاید۔
ایڈیٹر :۔ جی نہیں، میں بالکل مصروف نہیں۔ آپ بتلایئے آپ کو آنے کی فرصت مل گئی ہے؟
کاتب :۔ جی میں آپ ہی کا کام کر رہا تھا۔ عام کاتبوں کی طرح میری یہ عادت نہیں کہ دس جگہ کام کرتا پھروں۔ ایک کام لیتا ہوں اور جم کر کرتا ہوں۔ کسی کی پریشانی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی۔
ایڈیٹر :۔ پریشانی نہیں دیکھی جاتی۔ تو آپ کا خیال ہے ہم لوگ خوشی سے ناچ رہے ہیں۔ آپ نے تو قبلہ ہماری لٹیا ہی ڈبو دی ہماری برسوں کی ساکھ مٹی میں ملا دی۔ ہمیں کہیں کا نہ رکھا اور اس پر آپ فرماتے ہیں کہ آپ سے کسی کی پریشانی نہیں دیکھی جاتی۔ کیا اس سے پہلے آپ نے کسی ہفتے وار پرچے میں کام کیا ہے۔
کاتب :۔ جی عمر گذری ہے اسی دشت کی سیّاحی.....
ایڈیٹر :۔ (بات کاٹ کر) بس شاعری رہنے دیجئے۔ میں نے آپ سے

کہا تھا کہ آپ ہر روز مجھے اپنی کارگزاری .....

کاتب :- دراصل میں بہت دور رہتا ہوں صاحب اور پھر آپ نے فرمایا تھا کہ ابھی مضامین بھی تیار نہیں ہیں۔

ایڈیٹر :- مضامین ! مضامین تیار ہونے میں کیا دیر لگتی ہے۔ (قینچی اٹھا کر) یہ قینچی سلامت چاہیئے۔ آپ تو بہت سے ہفتہ وار پرچوں میں کام کر چکے ہیں۔

کاتب :- جی ہاں اسی لئے تو میں نے سمجھا کہ آپ مضامین کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے ہوں گے۔

ایڈیٹر :- دوڑ دھوپ !

کاتب :- جی ہاں ۔ میں نے جس کسی پرچے میں کام کیا۔ اس کے ایڈیٹر کو مضامین کے لئے پریشان دیکھا۔ یہ ادیب لوگ بڑے واہیات ہوتے ہیں صاحب، ذرا سی تعریف کر دیجئے۔ ایسے ایسے نخرے بگھاریں گے کہ خدا کی پناہ۔

ایڈیٹر :- خیر، اب یہ تبصرہ نگاری چھوڑیئے۔ یہ بتایئے کہ آپ دو دن تک دن رات یہاں بیٹھ کر کام کر سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے اس دفتر میں میرے سامنے .....

کاتب :- اس کی کیا ضرورت ہے ؟

ایڈیٹر :- تو آپ کے خیال میں اس کی ضرورت ہی نہیں۔ اوہو ۔ بہت سادہ لوح ہیں آپ ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ پر بھروسہ کر کے بلکہ صاف پوچھئے تو آپ کے جھانسے میں آ کر میں نے کسی دوسرے کاتب کو کام نہیں دیا۔

کاتب: ٹھیک ہی تو کیا..... جب میں آپ سے وعدہ کر گیا تھا کہ اب میں آپ کا پورا پرچہ لکھ دیا کروں گا تو.....

ایڈیٹر: پورا پرچہ! جی ہاں بندہ پرور میں اسی خوش فہمی میں مبتلا رہا کہ آپ پورا پرچہ لکھ دیں گے اور یہاں نے کسی دوسرے کاتب کو.....

کاتب: میں پھر عرض کرتا ہوں جناب کہ اس کی کیا ضرورت.....

ایڈیٹر: ضرورت۔ دیکھئے مجھے ملیش منت ولابیے میں بات صاف کرنے کا عادی ہوں۔ اس طرح کے چونچلے مجھے نہیں آتے۔

کاتب: چونچلوں کی کیا ضرورت ہے جناب!

ایڈیٹر: پھر وہی ضرورت۔ میں کہتا ہوں آپ کو کام نہیں کرنا تھا تو پہلے کیوں نہ بتایا۔ ہمارا بیڑہ غرق کر کے آپ کو کوئی روحانی مسرت حاصل ہوئی ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ پرچہ تیس کو آؤٹ ہوگا۔

کاتب: جی کہا تھا۔

ایڈیٹر: تو آج کیا تاریخ ہے؟

کاتب: جی اٹھائیس۔

ایڈیٹر: آج اٹھائیس تاریخ ہے اور پرچہ تیس کو آؤٹ ہوگا اور پرچہ سولہ صفحہ کا ہے اور آپ نے کمال کیا ہوگا تو صرف دو ورق لکھے ہوں گے۔ سچ پوچھئے تو مجھے اس کا بھی یقین نہیں۔

کاتب: جی لکھے ہیں۔

ایڈیٹر: لکھ بھی لئے ہوں تو بھی جہانی سائنہ کے باقی چودہ صفحے آپ لکھیں گے یا میرا باپ۔

کاتب: جی میں لکھوں گا۔ میں نے تو لکھ بھی لئے۔

ایڈیٹر:۔ لکھ بھی لئے۔ کیا مطلب

کاتب:۔ مطلب بالکل صاف ہے کہ بقیہ چودہ صفحے بھی میں نے لکھ لئے ہیں۔ دیکھئے۔ (پیلے کاغذوں کا پلندہ بڑھاتا ہے۔)

ایڈیٹر:۔ (پلندہ لے کر) یہ کیا ہے؟

کاتب:۔ یہ آپ کا پورا پرچہ ہے بالکل تیار۔ کتابت شدہ۔ تصحیح بھی ہو چکی ہے۔ چاہیں تو نظر ڈالے بغیر ہی پریس کو بھیج سکتے ہیں۔

ایڈیٹر:۔ (سخت پریشان ہوکر) بغیر دیکھے پریس بھیج سکتے ہیں۔ پورا پرچہ تیار ہے۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

کاتب:۔ جی عرض کیا ناکہ پورا پرچہ تیار ہے۔ میں گھر میں بیکار نہیں بیٹھا رہا۔ مجھے اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس ہے۔

ایڈیٹر:۔ ذمہ داری۔ لیکن میں نے تو آپ کو صرف دو صفحوں کا میٹر دیا تھا اور آپ کہتے ہیں کہ پورا پرچہ......

کاتب:۔ جی ہاں پورا پرچہ! آپ نے فرمایا تھا کہ باقی مضامین ابھی تیار نہیں اور مضامین کی وجہ سے آپ پریشان تھے۔

ایڈیٹر:۔ مضامین کی وجہ سے میں پریشان تھا؟

کاتب:۔ اور میں آپ سے عرض ... کر چکا ہوں کہ مجھ سے کسی کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی۔

ایڈیٹر:۔ لیکن میں نے تو آپ کو صرف دو صفحے......

کاتب:۔ جی ہاں دو کا تو میٹر آپ نے دیا تھا۔ باقی چودہ صفحوں میں میں نے اپنی ایک کہانی۔ حفظانِ صحت کے اصولوں پر ایک مضمون۔ اپنے چھوٹے بھائی کی چند نظمیں، غزلیں اور منتخب اشعار......

والد صاحب مرحوم کی برسی پر کی گئی قوالی کا پورا احوال.....

ایڈیٹر :۔ کیا..... کیا..... کیا؟؟

کاتب :۔ خسر صاحب کا مچھلی کے شکار پر ایک بصیرت افروز مقالہ نانی اماں کی سوانح کا ایک باب.....

ایڈیٹر :۔ کیا..... کیا..... کیا؟؟

کاتب :۔ اس طرح صرف نصف کالم کی جگہ بچ گئی تھی۔ اس کے لئے پہلے میں نے سوچا چل کر آپ سے پوچھ لوں۔ لیکن پھر اس خیال سے کہ دیر ہو جائے گی میں نے اپنے پشتہا پشت کے نورانی سرمے کے ایک تیر بہدف نسخے کا اشتہار شامل کر دیا۔ اور اب پرچہ بالکل تیار ہے۔ اور آپ چاہیں تو پڑھیں..... لیکن آپ یہ ایکدم پریشان کیوں ہو گئے ہیں۔ آپ کے چہرے کا رنگ..... ارے آپ کے چہرے پر تو ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ دیکھئے مجھ سے کسی کی پریشانی.....

ایڈیٹر :۔ (مری ہوئی آواز میں چلا کر) سادھو..... ارے او سادھو۔ (آہستہ سے ٹیبل بیل بجنے کی آواز) کشوری لال جی..... اجی او کشوری لال.....

(غش کھا کر گرتا ہے۔ سب لوگ دوڑے آتے ہیں)

(پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے)

# آج کے مقبول ترین ناول نگار

# دت بھارتی کی تصانیف

## ایک نظر میں

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| راہگزر یاد آیا | ۱/- |
| مصیبت | ۳/۵۰ |
| تیری عادت ہی سہی | ۳/۵۰ |
| اور اُس کے بعد | ۳/۵۰ |
| ۳۲ برس (سوانح عمری) | ۱۰/- |
| ہم کو عشق بدنام کیا | ۳/۵۰ |
| برانچ لائن | ۳/۵۰ |
| سونمبر (دو حصص) | ۷/- |
| سوکھے پتے | ۳/۵۰ |
| راہی | ۲/- |
| لاکھ | ۳/۵۰ |
| جانور | ۳/۵۰ |
| تڑپ | ۳/۵۰ |
| چوٹ (دو حصص) | ۷/۷۵ |
| گناہ | ۲/۹۵ |
| سہارا | ۳/- |
| تھکن (سٹار پاکٹ بکس میں) | ۱/- |
| تماشہ | ۴/- |
| موت سے پہلے | ۴/۵۰ |
| خوبصورت عورتیں بدصورت مرد انسانے | ۲/- |

پنجابی پستک بھنڈار دریبہ کلاں دہلی ۶

# سٹار پاکٹ بکس کی پہلی ۲۴ کتابیں

## پہلے سیٹ کی کتابیں

۱۔ اگتا جائے بنجارہ (ساحر لدھیانوی)
۲۔ اہگز ریاد آیا (ناول) دت بھارتی
۳۔ دیدۂ تر " عادل رشید
۴۔ تین بچے " گلشن نندہ
۵۔ پردیسی " رنبیر
۶۔ تنکے کا سہارا " کرپا شنکر بھاردواج
۷۔ پاگل ریت اور جھاگ مجموعہ خلیل جبران
۸۔ ٹارزن کے دشمن (ناول) ایڈگر رائس برو
۹۔ غزلیں اور نظمیں (انتخاب) مشہور شعرا
۱۰۔ کالی اور گوری ناول جمنا داس اختر

## دوسرے سیٹ کی کتابیں

۱۱۔ تھکن (ناول) دت بھارتی
۱۲۔ نذرِ بتاں (مجموعۂ کلام) جاں نثار اختر
۱۳۔ اندھیرا اُجالا (ناول) خواجہ احمد عباس
۱۴۔ چودھویں کا چاند " عادل رشید
۱۵۔ برف کا درد " اُپیندر ناتھ اشک
۱۶۔ بدنصیب " دشتی محمود آبادی
۱۷۔ جوہی کی کلیاں " کرپا شنکر بھاردواج
۱۸۔ قہقہے (مزاحیہ کارٹون و لطیفے)
۱۹۔ گلستانِ اُردو (شیخ سعدی)
۲۰۔ دیوانِ غالب (آفسیٹ پرنٹنگ)
۲۱۔ ظفر کی غزلیں (مجموعۂ کلام)

## تیسرے سیٹ کی کتابیں

۲۲۔ دُور کوئی گائے۔ (شکیل بدایونی)
۲۳۔ جرسِ لاہوت (ناول) اکرم الہ آبادی
۲۴۔ جمالِ دل " عادل رشید
۲۵۔ زلزلہ " ٹیگور
۲۶۔ اور صبح ہوگئی " مضطر ہاشمی
۲۷۔ خوفناک ٹولہ " تیرتھ رام فیروزپوری
۲۸۔ کھڑکی " گوبند سنگھ
۲۹۔ سرحد " گہر لدھیانوی
۳۰۔ ہمیں تو لوٹ لیا (چیدہ قوالیاں)
۳۱۔ کلامِ اختر شیرانی (انتخاب)
۳۲۔ کامیاب کیسے ہوں۔ (فلسفۂ زندگی)

## چوتھے سیٹ کی کتابیں

۳۳۔ عزّت ناول دت بھارتی
۳۴۔ نغمہ نما (شاعری) فراق گورکھپوری
۳۵۔ پُراسرار سایہ (ناول) اکرم الہ آبادی
۳۶۔ دیوداس " شرت چندر
۳۷۔ شرم گناہ " ایم اسلم
۳۸۔ پتھر کے صنم " کرپا شنکر بھاردواج
۳۹۔ سہاگ رات " جی۔ ایس عالم
۴۰۔ پیار پریس تو نہیں " جگدیش بھارتی
۴۱۔ الف لیلہ " (مختصر تر اردو ماں)
۴۲۔ ہماری عادتیں ہمارے جذبات ۔ دیانند ورما
۴۳۔ کلامِ ریاض خیرآبادی (مجموعہ)
۴۴۔ گلہائے سبز رنگ (شعروں کی ڈکشنری)

مطبوعہ سرگنا آرٹ پریس ... (illegible)